بارگاہِ سلطان المشائخ حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا

ماہنامہ منادی نئی دہلی

فروری / مارچ 2026

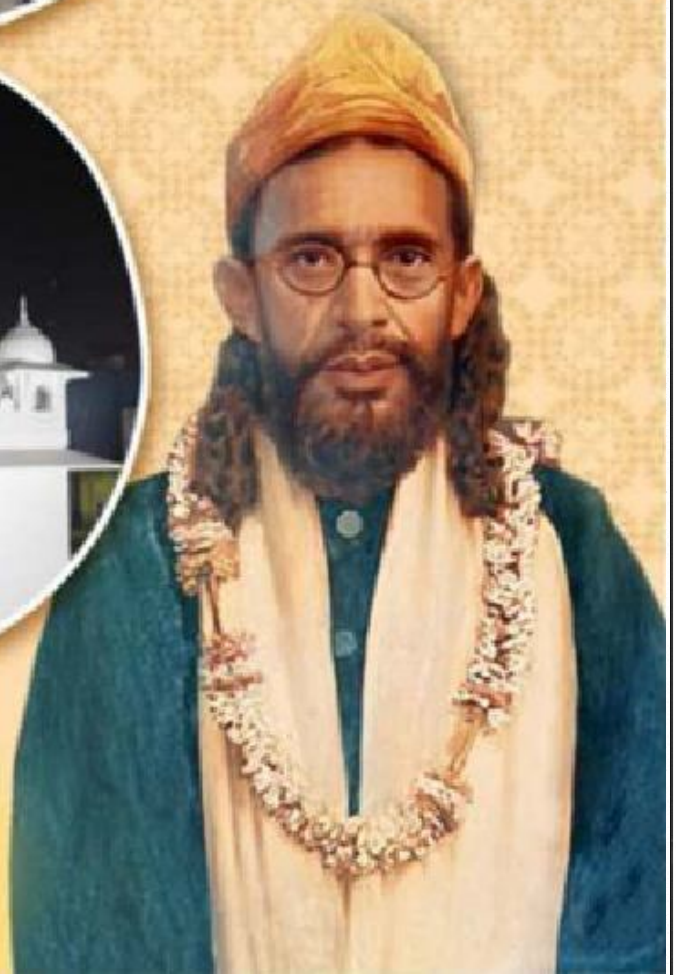












© https://www.khwajagharibnizami.life

مُنَادِیًا یُّنَادِی لِلاِیمَانِ

مُنادی کرنے والا با آواز بلند ایمان کی طرف بُلا رہا ہے۔(سورۃ آل عمران:193)

بارگاہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ سے

ایمان اور امن کی ندا دینے والا

اور ان کے جانشین

امام المشائخ شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامیؒ اور حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی فخر دہلویؒ کی یادگار

ماہنامہ منادی نئی دہلی

فروری / مارچ 2026

جلد : 04 شمارہ : 03 - 04

مدیر اعلیٰ	:	خواجہ سید محمد شافی نظامی
مدیر	:	عبدالملک نظامی
اعزازی مدیر	:	ملا دورویش محی الدین خالد نظامی، ادونی
کمپوزنگ	:	اسماک آرٹس اینڈ گرافکس، ناندیڑ
سرورق ڈیزائن	:	حافظ محمد رفیق احمد نظامی، ادونی
ای میل	:	amaliknizami@gmail.com
دفتر کا پتہ	:	خواجہ ہال، بستی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، نئی دہلی۔13
رابطہ	:	919673379359،919810020922

رسالے میں شامل مواد قلمکار کی اپنی رائے ہے۔اس سے ادارہ منادی یا اس کے مدیران کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

© https://www.khwajahasannizami.life

فہرست

الفاتحہ	----	04
اسلام کے ضروری عقائد	محمد ریاست علی خان ککہر نظامی	05
حضرت امیر خسروؒ بحیثیت لسانی موجد: اردو کے اولین معمار	توصیف پرویز	53
مغرب میں حضرت امیر خسروؒ پر تحقیق	ہاشمی ایس اے ساجد	55
حلقہ نظامیہ	-----	61



© https://www.khwajahasannizami.life

شروع بنام اللہ قلم کار کل
محمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الفاتحہ

نجام توری صورت کے بلہاری

نجام توری صورت کے بلہاری
سب سکھین میں چندر موری میلی
دیکھ ہنسیں نر ناری
اب کے بہار چندر موری رنگ دے
رکھ لے لاج ہماری
نجام پیا رکھ لے لاج ہماری
صدقہ بابا گنج شکرؒ کا
رکھ لے لاج ہماری
نجام توری صورت کے بلہاری
قطبؒ فریدؒ مل آئے براتی
خسرؔو راج دلاری
نجام توری صورت کے بلہاری

ضروری اعلان

منادی کا خاص شمارہ

شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کے پوتے حضرت خواجہ سید محمد نظامی دہلی رتن ابن حضرت خواجہ سید مہدی نظامیؒ جو آن لائن ماہنامہ منادی نئی دہلی کے مدیر اعلی بھی تھے۔ اس دنیا فانی سے رخصت ہوئے تو اپنی ذاتی خصوصیات کی وجہ سے ملنے والوں پر ایسا تاثر چھوڑا کہ ان کی تعزیت کے خطوط میں سے متعدد خط چھوٹے چھوٹے مضامین کی حیثیت رکھتے ہیں۔اس لئے یہ محسوس کیا جارہا ہے کہ ان کے بارے میں احباب کو بطور خاص مضمون لکھنے کی دعوت دی جائے ۔ اور ان مضامین اور تعزیت ناموں کا ایک انتخاب منادی کے خاص نمبر کی صورت میں جلد از جلد شائع کر دیا جائے۔

مدیر آن لائن ماہنامہ منادی نئی دہلی،
عبدالملک نظامی،9673379359
amaliknizami@gmail.com

© https://www.khwajahasannizami.life

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھُوالکل یامُعین

سِلسِلۂ انسدادِ تداد

اِسلام کے ضروری عقائد

نومسلموں اور عقائد اسلام سے ناواقف لوگوں کی معلومات کے لئے

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے شائع کیا

ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ مطابق نومبر ۱۹۲۴ء

حلقہ مشائخ بک ڈپو، دھلی

برائے ایصال ثواب

محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ نظامی

صدر معلمہ نونہال گورنمنٹ پرائمری اسکول، بلہاری

زوجہ محترمہ غوث محی الدین نظامی صاحب بلہاری، کرناٹک

© https://www.khwajahasannizami.life

پیش لفظ

زیرِ نظر رسالہ ''اسلام کے ضروری عقائد'' دراصل ایمانیات اور بنیادی اسلامی تعلیمات کا ایک ایسا جامع مرقع ہے جو اپنے اسلوب میں علمی متانت اور ادبی لطافت کا حسین امتزاج رکھتا ہے۔ اس تالیف کا بنیادی مقصد نو مسلموں اور دین کے اساسی تصورات سے ناواقف طبقے کی فکری راہنمائی کرنا ہے، تاکہ وہ اسلام کی فطری سچائیوں کو سہل اور مدلل انداز میں سمجھ سکیں۔ کتاب کی اہمیت اس تاریخی حوالے سے مزید دو چند ہو جاتی ہے کہ اسے میرے بڑے دادا حضرت خواجہ حسن نظامی دہلویؒ جیسی عہد ساز شخصیت نے نہ صرف شائع کیا، بلکہ اس کی زبان و بیان کو عام فہم بنانے کے لیے اس کی نوک پلک بھی سنواری۔ رسالے کا آغاز اس حکیمانہ نکتے سے ہوتا ہے کہ انسانی فطرت خود اسلام کی داعی ہے اور ہر بچہ فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے، جبکہ توحید وہ اصل الاصول ہے جو انسانی وجود کی معنویت کو اجاگر کرتی ہے۔

رسالے کی ترتیب میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ یہ محض نظریاتی بحث تک محدود نہ رہے، بلکہ اس میں اسلام کے عملی نظام یعنی عبادات، معاملات اور اخلاقیات کا بھی اجمالی مگر جامع ذکر موجود ہے۔ کتاب کے آخر میں شامل مولانا زاہد القادری صاحب کا ضمیمہ، جو سوالاً جواباً اسلوب میں ہے، پیچیدہ ایمانی مسائل کو نہایت سادہ اور عام فہم پیرائے میں واضح کر دیتا ہے، جس سے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ یہ رسالہ اپنے علمی مواد کے اعتبار سے دورِ حاضر کے فکری انتشار میں عقائد کی پختگی کے لیے ایک مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ میرے والد محترم حضرت خواجہ سید محمد نظامی دہلی رتنؒ نے اسے طبع کرنے کی اجازت دی تھی۔

سید محمد ثانی نظامی ابن خواجہ سید محمد نظامیؒ

(سجادہ نشین درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ و جانشین حضرت خواجہ سید حسن ثانی نظامیؒ)

تاثرات

ہمارے پیر و مرشد دلی رتن حضرت خواجہ سید محمد نظامیؒ نے حال میں بہت ساری کتابیں شائع کیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی کے طور پر یہ رسالہ شائع کرنے کا ارادہ فرمایا تھا اور آپ نے جناب عبدالملک نظامی ناندیڑ کو یہ ذمہ داری سونپی تھی۔ آپ کے حکم کی تعمیل پر اسے شائع کیا جا رہا ہے۔ ہمارے پیر بھائی غوث محی الدین نظامی صاحب نے اپنی مرحوم زوجہ محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ نظامی (صدر معلمہ، نونہال گورنمنٹ پرائمری اسکول، بلہاری، ریاست کرناٹک) کے ایصال ثواب کی نیت سے اسے شائع کرنے میں مالی امداد پیش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے اور مرحومہ کے درجات بلند فرمائے آمین۔

حضرت خواجہ سید محمد ثانی نظامی مدظلہ العالی سجادہ نشیں درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ و جانشین فخر دہلی حضرت خواجہ سید حسن ثانی نظامیؒ و دلی رتن حضرت خواجہ سید محمد نظامیؒ سے توقع ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے مشن کو آگے بڑھانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ

© https://www.khwajahasanizami.life

سے دعا ہے کہ خواجگان چشت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صدقے طفیل حضرت خواجہ سید محمد ثانی نظامی صاحب قبلہ اور حضرت خواجہ سید حسن مرتضیٰ نظامی صاحب قبلہ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔

قارین سے گزارش ہے کہ اسے پڑھ کر سیدی مرشدی و مولائی حضرت خواجہ سید محمد نظامی دہلویؒ اور پیر بہن فاطمہ بیگم نظامی صاحبہ کی خدمت ایصال ثواب فرمائیں۔

ملا درویش محی الدین خالد نظامی،
خلیفہ فخر دہلی حضرت خواجہ سید حسن ثانی نظامی دہلویؒ
و ناظم سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ، ادونی، آندھرا پردیش، انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (سورۃ آل عمران ۸۵)

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کی پیروی کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کے غیر اسلام دین کو ہرگز قبول نہ کریگا اور وہ شخص قیامت کے دن گھاٹے میں رہیگا۔

اِسلام کے ضروری عقائد

فرزند طریقت محمد ریاست علی خاں کلکہر نظامی ساکن کوٹ ضلع فتحپور نے یہ رسالہ عقائد اسلام لکھ کر مجھ کو بھیجا کہ میں جدید نو مسلم جماعت کی معلومات کیلئے اس کو شائع کروں میں نے باوجود کم فرصت ہونے کے اس کو اوّل سے آخر تک خود پڑھا اور بہت جگہ درست کیا۔ عبارتیں کم بھی کیں بڑھائیں بھی زبان اس رسالہ کی ذرا مشکل اور مولویانہ ہے معلوم ہوتا ہے عزیز موصوف نے اردو فقہ کی کتابوں سے نقل کر کے اس کو تیار کیا ہے۔ جب ہی تو زبان مشکل ہے۔

نو مسلم لوگوں کے لئے عقائد کی تعلیم بہت آسان الفاظ میں ہونی چاہئے۔ یہ رسالہ تو ان مسلمانوں کو فائدہ دیگا جو انگریزی تعلیم یافتہ ہیں اور عقائد سے واقف نہیں ہیں۔ مگر نو مسلم لوگ یا وہ ہندو یا عیسائی جن کو عقائد اسلام معلوم کرنے یا سمجھنے کا شوق ہو اس سے فائدہ حاصل نہ کر سکیں گے۔ یہ میرا خیال ہے ممکن ہے درست نہ ہو۔

راقم حسن نظامی دہلویؒ
۲۱ر جولائی ۱۹۲۴ء

© https://www.khwajahasannizami.life

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے عقائد کی تصحیح کی ضرورت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول بن کر آنے کا سب سے بڑا مقصد عقیدوں کا درست کرنا تھا۔ کیونکہ جب تک عقائد سے انسان واقف نہ ہو اور تصحیح عقائد نہ کی جائے اُس وقت تک تمام اعمال نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خیرات وصدقات وغیرہ سب رایگاں ہیں عقائد میں بدترین چیز اللہ کا شرک ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف شرک ہی کے مٹانے کے لئے جہاد کیا تھا۔ کیونکہ عقائد ومعتقدات اسلامیہ سے ناواقف شخص کفر وشرک میں تمیز نہ کرسکے تو دیگر اعمال کی مقبولیت کی بابت کیا اُمید کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ سورہ النساء میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اس گناہ کو تو نہیں معاف کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ اور اس کے سوا جس گناہ کو چاہے معاف کردے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ٹھہرایا وہ راہ راست سے دور بھٹک گیا۔''

علم عقائد وہ علم ہے کہ جس سے اسلام کی بنا قائم ہوتی ہے اور ایمان کی جڑ مضبوط ہوتی ہے۔ خدا، رسول، فرشتوں اور کتابوں پر کس طرح ایمان لانا چاہئے۔ اور کلمہ کے معنی کیا ہیں۔ اور مسلمان کسے کہتے ہیں۔ یہ سب باتیں عقائد سے معلوم ہوتی ہیں۔ جس نے عقائد کی کتاب نہیں پڑھی اور معتقدات اسلامیہ سے ناواقف ہے۔ اس کے مسلمان ہونے کا اور ایمان کی مضبوطی کا اعتبار نہیں ہے۔ اسی بناء پر علماء اسلامؒ نے نہایت تحقیق اور تدقیق کے ساتھ فن عقائد وعلم کلام میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً شرح عقائد نسفی، عقائد الاسلام، شرح تکمیل الایمان، عقیدہ حسنہ و عقائد جلالی وغیرہ۔ تصحیح عقائد اسلامی نہ کرنے کی وجہ سے جو جو کمزوریاں ہندوستان میں واقع ہوئی ہیں وہ محتاج بیان نہیں ایک زمانہ تھا کہ مسلمان کرنے کے بعد سب سے پہلے تصحیح عقائد کی جاتی تھی۔ اصلی شغل اور مدار نجات اسی کو گردانتے تھے۔ مگر جوں جوں خیر القرون سے دوری ہوتی گئی اسی قدر تساہل وتکاسل غفلت وجہالت کا سیلاب یوماً فیوماً بڑھتا گیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کلام مجید فرقاں حمید سورہ آل عمران پارہ ۴ میں ارشاد فرماتا ہے کہ ''تم لوگوں میں کچھ لوگ ایسے ہونے چاہئیں جو بھلائی کی طرف لوگوں کو بلائیں اور اچھی بات کا حکم کریں اور بُری بات سے منع کریں اور یہی لوگ آخرت میں بامراد ہوں گے۔''

پس اس خیال نے خادم اسلام محمد ریاست علی خاں ککہر نظامی المشرب حنفی المذہب ابن محمد رافت علی خاں ککہر مرحوم ومغفور متوطن قصبہ کوٹ ضلع فتحپور ہسوہ نے بنام خدا اس کو لکھنا شروع کیا اور جب مجموعہ ہذا اختتام کو پہنچا تو بخیال مضمون رسالہ کا نام ''عقاید اسلامی'' رکھا جس میں عقاید اسلامی برطریق حنفیہ اہل سنت والجماعت مختصراً اخذ کرکے تحریر کئے۔ تاکہ ناواقف حضرات اپنے عقاید کو درست کرکے دین ودنیا میں اعمال صالحہ کی خیر وبرکت اور اجر وثواب سے محروم نہ رہیں۔

چونکہ تبلیغ وحفاظت واشاعت اسلام میں تھوڑا بہت حصہ لینا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے اس لئے جو کچھ مجھ سے بن پڑا میں نے بھی کیا۔

اللہ تعالیٰ ناظرین کے دلوں میں اس کا اثر ڈالے۔ اور نور یقین کی زیادتی دے وے۔ آمین ثم آمین وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ۔

اِس رسالہ کی جب کوئی سیر کرے
میرے حق میں دعائے خیر کرے

محمد ریاست علی خاں ککہر۔ نظامی۔ کوٹی

© https://www.knwajahasanmizami.life

اسلام کا بیان

اِسلام وہ فطرتی مذہب انسان کا ہے جس کا وجود یا تقاضا مثل دیگر خواہشوں کے ہر ایک انسان میں فطرتاً پایا جاتا ہے خواہ کم یا زیادہ۔ انسان کی سرشت میں مذہب اسلام کا ماننا ودیعت اور امانت ہے۔ اور اس کی سرشت سے اس طرح ملا ہوا ہے کہ اس کا علیحدہ کرنا کسی عمل کیمیائی سے بھی مشکل ہے اور اسی واسطے انسان اس کے ماننے اور یقین کرنے پر فطرتاً مجبور ہے۔

انسان اپنے خالق یا اسلام کے یقین کرنے کے واسطے کسی اور دلیل کا محتاج نہیں بلکہ خود اس کا اپنا وجود اس کے ماننے کی کافی وشافی دلیل ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔

اسلامی تعلیم میں بیان ہوا ہے کہ ”ہر بچہ پیدا ہوتا ہے فطرت (اسلام) پر لیکن اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنالتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی۔“

خداوند تعالیٰ نے دین اسلام کو فطرت کے لفظ سے یاد فرمایا ہے ”فطرة الله التي فطر الناس عليها۔“ (اسلام) اللہ کا وہ قانون ہے جس پر سب آدمیوں کی سرشت بنائی گئی ہے۔

سورہ آل عمران میں ہے کہ ”بے شک خدا کے نزدیک اسلام ہی ایک برحق مذہب ہے۔“

اسلام عربی لفظ ہے (سلم) جس کے معنی بطور پیشگی ایک چیز کا مول دینا اور کسی کو اپنا کام سونپنا اور طالب صلح ہونا اور کسی خصومت کو چھوڑ دینا۔ اسلام کے سب سے اول معنی سلامتی کے ہیں اور لغوی معنی گردن جھکانے اور تابعداری کرنے کے ہیں اصطلاحِ شریعت میں اللہ تعالیٰ کے ایک ماننے اور الہامی اصول واحکام اور مسائل شرعیہ کے پورا کرنے اور اجتماع کا نام اسلام ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ”مسلمان وہ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دے۔“ مطلب یہ ہے کہ اعتقادی اور عملی طور پر محض خدائے تعالیٰ کا ہو جائے۔ اعتقادی طور پر اس طرح کہ اپنے تمام وجود کو درحقیقت ایک ایسی چیز سمجھ لے جو خدائے تعالیٰ کی شناخت اور اس کی اطاعت اور اس کے عشق ومحبت اور اس کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اور عملی طور پر اس طرح کہ خالصاً للہ حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت کے متعلق اور ہر ایک خداداد توفیق سے وابستہ ہیں بجالائے جس کی اعتقادی اور عملی صفائی ایسی محبت ذاتی پر مبنی ہو اور ایسے طبعی جوش سے اعمال حسنہ اس سے صادر ہوں وہ وہی ہے جو عنداللہ مستحق اجر ہے اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غم رکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں آکر یہ اعلان کیا کہ ”میں اسلام یعنی سلامتی اور امن کے مذہب کی تبلیغ کے لئے آیا ہوں۔“ اور اسلام کی تعریف یوں کی ہے کہ ”خدا کے احکام کی تعظیم اور مخلوق خدا پر شفقت۔“

اگرچہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین عموماً اسلام کے نام سے مخصوص ہے ملاحظہ ہو ترجمہ قرآن مجید سورہ المائدہ پارہ (۶) ”میں نے آج کے دن تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور تمہارے واسطے دین اسلام کو پسند کیا۔“ لیکن یہی اسلام کل پیغمبران علیہم السلام کے دین کا بھی نام تھا جیسا کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ (اے لوگو خدائے تعالیٰ نے) دین میں تم پر کسی قسم کی سختی نہیں کی (تمہارے لیے وہی) دین (تجویز کیا ہے جو) تمہارے باپ ابراہیم کا تھا اسی نے (اگلی کتابوں میں) پہلے سے تمہارا نام مسلمان رکھا اور (قرآن) میں بھی۔“

اگر ان انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں پر بالتفصیل نظر کی

© https://www.khwajahasannizami.life

جائے تو پہلی شریعتوں اور شرع محمدی ﷺ میں بہت تفاوت معلوم ہوگا باوجود اس کے جب ہم مسلمان سب انبیاء علیہم السلام کے دین کو دین اسلام قرار دیتے ہیں تو بالکل ظاہر ہے کہ اسلام سے مراد وہ چیز ہے جو جمیع انبیاء علیہم السلام کے ادیان میں شریک پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان خدائے واحد مطلق لاشریک لہٗ کی ہستی کا اقرار باللسان اور دل سے تصدیق کرے اور اسی کو اپنا معبود حقیقی سمجھے۔ پس اللہ واحد پر اس کی تمام صفات سمیت ایمان لانا اصل اصول اسلام ہے اور اسی واسطے سب انبیاء کا دین دین اسلام سمجھا جاتا ہے پس بے شک اس جگہ پر جہاں فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر مولود ہوتا ہے۔ نیز دیگر آیت شریف میں جہاں دین اسلام کو لفظ فطرت سے تعبیر کیا ہے ''فطرت'' سے مراد خواہ عہد میثاق ہو خواہ اقرار ربوبیت خواہ توحید یہ سب اسی اصل اصول اسلام کے اظہار کے مختلف طریق ہیں۔

اسی لئے پیروان اسلام کا نام مسلم ہے اور مسلمان وہی ہے جو دین احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو ہو۔

مسلم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے صلح کر کے اسی آن صلح کو مخلوق الٰہی تک پہنچا دیتا ہے۔ اور اسی لئے مسلمان ایک دوسرے کے ملتے وقت بھی ''السلام علیکم'' (تم پر سلامتی ہو) کہتے ہیں۔

اسلام ایک عملی زندگی کا مذہب ہے جس کی بنیاد قرآن مجید پر ہے اور قرآن مجید کا زیادہ تر حصہ توحید پر مشتمل ہے اور یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں انسان کے فطری طاقتوں کی نشوونما اخلاقی مذہبی سیاسی، ملکی تجارتی فوجی قانونی قواعد وغیرہ وغیرہ ہیں جس کی تعلیم سادہ اور عام فہم ہے جس کو امی اور عالم سب سمجھ سکتے ہیں۔

اسلام کی تعلیم میں یہ تلقین کی جاتی ہے کہ تمام احکامات جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمائے ہیں ان کی تعمیل کرو اس کے خلاف نہ کرو اور ان کی تعمیل کی انسان کو طاقت حاصل ہے۔ ''دین میں تم پر کچھ سختی نہیں۔''

مذہب اسلام کسی سے یہ توقع نہیں رکھتا کہ اندھا دھند بغیر سوچے سمجھے اس کے اصول پر ایمان لایا جائے۔ بلکہ اسلام اس قسم کے بودے اور غیر معقول اصول سے بالکل پاک ہے جس کو عقل سلیم نہ مان سکے۔ کیونکہ اسلام عین فطرت کے مطابق ہے۔

ہے کسی مذہب کی منت کش اگر عقلِ سلیم
ہے وہ مذہب مذہب اسلام باللہ العظیم

غرضکہ اظہار اطاعت عملی اور اعتقاد کا نام اسلام ہے جو کہ افعال ظاہر سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلام نے مذہب کے اعمال کو کس طرح معاملات زندگی سے وابستہ کیا ہے اور دین و دنیا کو کیسا ایک دوسرے سے جکڑا ہے۔ اس کے اصول کے مطابق وہ افعال بھی جن کو اور مذہبوں نے روحانی ترقی کے بالکل منافی ٹھہرایا ہے عین عبادت بن سکتے ہیں کیونکہ اُس نے خدا کا تعلق دل سے رکھا ہے۔ ہاتھ پاؤں سے نہیں رکھا اس نے بندوں کے حقوق کو اللہ کے حقوق پر مقدم اور حسن معاشرت کو کثرت طاعت پر ترجیح دی ہے۔

اسلام کسی مقررہ طریق عبادت یا خدا کا نام محض زبان سے پڑھتے رہنے کا نام نہیں ہے بلکہ اس کا اثر پیدا ہونے سے مرنے تک غرضکہ ہر وقت اور ہر حال میں انسان پر کارگر رہتا ہے۔

غرض اوّل سے آخر تک اسلام کی جس بات پر غور کیا جائے وہی معیار عقل اور میزان قیاس کے مطابق موزوں اور مناسب معلوم ہوتی ہے۔ صرف چشم حق بیں اور دل حق پسند چاہئے۔

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا

© https://www.khwajahasanizamilive

جو مرگئے انہیں کے نصیبوں میں ہے حیات
اس میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

غرضکہ اسلام ہی ایک اکمل ومکمل دین ہے جو جملہ فضائل پر حاوی ہے اور بنی آدم کی بہبود دارین اسی مذہب کی تقلید پر منحصر ہے ۔اسلام اور نظام اسلام جو نظریات اور عملیات کا شرچشمہ ہے جس کا خدا ایک رسول ایک کتاب اور ایک قبلہ بھی ایک ہے ۔

اسلام کو خدا نے نہ صرف اپنی توحید کے لئے بھیجا تھا بلکہ اتحاد واجتماع توحید افکار توحید زبان توحید مقاصد اتحاد قومیت کا بھی بہت بڑا عنصر اپنے ساتھ لایا تھا۔ دنیا کے تمام مذہبوں میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جس کی بنیاد حکمت اور فطرت پر ہے ۔جس میں عقل وقیاس سے کام لینے پر تاکید اور جس میں علم کا سیکھنا فرض اور حقائق اشیاء کی تحقیق معرفت الٰہی کے لیے ضروری ہے ۔ بڑے بڑے فلسفی اور کامل سے کامل منطقی سے مقابلہ کرنے میں اس کو کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہوسکتا دنیا کے کسی مذہب نے ایسی صراحت سے دین اور فطرت کو متحد نہ بتایا ہوگا جیسا کہ اسلام نے ۔اور نہ کسی مذہب میں دعوت کا طریقہ انسانی طبایع کے اختلاف کا لحاظ سے اور ان کی استعداد اور سمجھ اور علم کے درجات کے خیال سے جدا جدا حکمت یا موعظمت یا مناظرہ پر رکھا گیا ہو جیسا کہ اسلام میں جو دعوت ابی الحق کی نسبت کہتا ہے کہ ”اپنے پروردگار کی راہ پر دعوت دے حکمت سے اور اچھی نصیحت سے اور مناظرہ کران سے ایسی باتوں سے جو پسندیدہ ہوں۔“

توحید اور رسالت

ہر عاقل و بالغ مرد اور عورت پر فرض ہے کہ خدا پر ایمان لائے ۔اسلام کا سب سے پہلا عقیدہ اور اصل اصول اور خدا کی توحید ہے جو اور کسی مذہب میں نہیں ۔

دین فطرت: دین قیم ۔ دین حق (اسلام) کے لیے سب سے پہلے یہ وہ ضروری شرطیں ہیں جن پر یقین کرنے اور کہنے سے کوئی شخص مسلمان کہا جاسکتا ہے ۔یعنی جو شخص کہ مسلمان ہو اس پر یہ فرض ہے کہ کلمہ توحید یا کلمہ طیبہ لاالہ اللہ محمد الرسول اللہ کا زبان سے اقرار کرے اور دل سے سچ جانے کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدا کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں ۔اصل مسئلے اسلام کے دو ہیں جو اس ایک کلمہ میں جمع ہیں جس کے کہنے سے گبر صد سالہ مسلمان اور جنت کا مستحق ہوجاتا ہے ۔ان دونوں میں سے کسی میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو عقل وفطرت کے خلاف ہو یا کوئی عالم حکیم یا فلاسفر جبکہ اسے اس کی حقیقت سمجھائی جائے اس سے انکار کرسکے یا اس کے ثبوت کے لیے سوائے عقل کے کسی اور چیز کی حاجت ہو پس یہی امر مدعی کو لاجواب اور اسلام کی سچائی کی تصدیق کرادینے کے لئے کافی ہیں ۔اسلام کی صداقت کے لئے نہ کسی معجزہ اور نہ کسی کرامت کے پیش آنے کی ضرورت ہے قرآن مجید اور یہی وہ کلمے سب پر بھاری ہیں ۔

یا یہ ترجمہ بھی پڑھادے کہ ”بیزار ہوا میں شرک سے اور کفر سے اور تمام باطل دینوں سے اور قبول کرتا ہوں میں سچے دل سے اس وقت دین برحق اسلام کو۔“

اور بعد مسلمان ہونے کے اس کا اسلامی نام مثل عبداللہ و عبدالرحمن وعبدالسلام کی تاکید کردے ۔وہ خدا جس نے فطرتاً ہر انسان کو مسلمان ہونے کی توفیق دی ہے ۔سب سے اول اور سب سے مقدم اور سب سے بڑھ کر اپنے بندوں سے یہ چاہتا ہے کہ اس کو ایک جانیں اور ایک مانیں نہ کسی کو اس کا شریک جانیں نہ کسی کے آگے سجدے کے لئے سر کو جھکائیں اور ان لوگوں سے جن کو بے محنت اور بے زحمت

کے اسلام کی دولت دی اور اپنی رحمت سے مسلمان کے گھر پیدا کر کے مسلمان بنایا یہ خواہش رکھتا ہے کہ جو امانت اُس نے اُن کے سپرد کی ہے وہ اوروں تک پہنچادیں اور جو نعمت ان کو دی ہے دوسرے بندوں کو بھی اس میں شریک کریں یعنی خداوند تعالیٰ کی وحدانیت کی اشاعت دنیا میں کی جائے۔ اس عظیم الشان سچائی کو ہر ایک مسلمان بلالحاظ اپنی معاشرت و دنیا پھیلا سکتا ہے پس ہر مسلمان پر فرض ہے کہ دوسرے کے کان میں اسلام کی آواز پہنچادے اور خدا کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صدا دوسروں کو سنادے۔ کیونکہ تمام نیکیوں کی جڑ اور سب نیکیوں سے بڑھ کر توحید ہے درحقیقت توحید تمام نیکیوں کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسا اعضاء کے مقابلہ میں دل۔ "اور خدا کا ماننا تمام عبادتوں میں ایسی عبادت ہے جس کا صلہ ہے جنت۔"

خدا کی ذات سے انکار کرنا تمام عالم کی حقیقت اور خود اپنی ہستی سے منکر ہونا ہے۔ ایک مسلمان کے نزدیک نیچر کی کہنہ وحقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ خلق کی گئی ہے اور قادر مطلق کی محکوم ہے۔

خدا کو برحق جاننا اور اس کی توحید پر یقین رکھنا۔ خدا اور خدا کی وحدانیت پر اس وقت یقین ہوسکتا ہے جب اس کی ذات وصفات پر جو حقیقت میں متحد ہیں اور اسی کے استحقاق عبادت پر جو اس کو لازم ہے پورا پورا یقین ہو۔ اس کی ذات کا یقین تو اس کے موجودات ازلی وابدی وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونے پر یقین ہوتا ہے اس کی صفات کا یقین اس کے مانند صفات کا کسی دوسرے میں نہ ہونے پر یقین کرنا ہے۔ کوئی شے سوا خدا کے مستحق عبادت نہیں۔ پس سوا خدا کے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی نبی۔ پیر۔ فقیر کی پرستش کریں بلکہ تعظیم کریں۔ اور ضرور ہے کہ اس جان جہاں گرامی ﷺ پر بھی جس نے ہم کو توحید سکھائی۔

عبادت کو تو نے محو تجید کیا
عشاق کو مست لذت دید کیا
طاعت میں رہا نہ حق کے ساجی کوئی
"توحید" کو آکے تونے توحید کیا

جس کی وجہ سے ہم نے خدا کو جانا اور اس کی صفات کو پہچانا یقین کریں اور اس کے ہادی ہونے پر یقین کریں اور اس کی تصدیق دوسرا رکن اسلام کا ہے۔ یعنی کلمہ لا الہ اللہ محمد الرسول اللہ کا زبان سے اقرار کرنے والا اور دل سے تصدیق کرنے والا مسلم ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کا رسول ہونا ہر ایک شخص کو یقین ہوسکتا ہے۔ اس میں بھی نہ عالم کی قید ہے نہ فلسفی کی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق ثابت کرنے کے واسطے کسی معجزہ یا خرق عادت کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ خدائے واحد کی ہستی اور وحدانیت کا ماننا انسان کا ایک فطرتی امر ہے۔ ایسا ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور رحمتہ اللعالمین کا یقین ان کی ذات ان کی چال چلن اور ان کی تعلیم سے حاصل ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ایسے ہیں جس کے معلوم ہونے کے بعد کوئی آدمی عالم ہو یا حکیم آپ کے موید من اللہ ہونے سے انکار کر ہی نہیں سکتا۔ جس طرح اسلام کے پہلے حصہ یعنی لاالہٰ الااللہ میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو عقل سلیم اور فطرت انسانی کی مخالف ہو اسی طرح دوسرے حصہ یعنی محمد رسول اللہ میں بھی کوئی ایسی پہیلی اور چیستاں نہیں ہے جو علم وحکمت کے خلاف ہو۔ ذات باری تعالیٰ کا ہونا فطرت انسانی کی رو سے تسلیم کرنا لازمی ہے۔ مگر اس کی ماہیت کا جاننا فطرت انسانی سے خارج ہے۔ اس سب سے افضل واعلیٰ یہ عمل ہے کہ اللہ کی واحدانیت ذاتی وصفاتی پر ایمان لانا اور جہاد فی

سبیل اللہ کرنا ہے۔

وحدانیت اور رسالت کی تصدیق قلب اور اقرار زبان کے بعد اور چیزیں بھی اسلام کے ساتھ ہیں۔ جن کو خدائے تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے۔

اسلام کی بنائے مقدس پانچ باتوں پر مبنی ہے۔ چنانچہ ترجمہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے اول خدائے واحد کے سچے معبود ہونے کی شہادت دینا۔ نیز یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ "اشهدان الاالا الله واشهدان محمد عبداه ورسولهٗ" دوسرے نماز پڑھنا (پنجوقتہ) تیسرے زکوٰۃ دینا (بشرط مالدار ہونے کے) چوتھے اگر مقدور ہو تو خانہ کعبہ کا حج کرنا۔ پانچویں رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

دین اسلام کے ارکان

دین اسلام کے چار رکن ہیں۔ اول ظاہری رکن عبادت ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ ان کا بیان۔ علم فقہ یا علم شریعت کی کتابوں سے خوب معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا ظاہری رکن معاملات ہے۔ جیسے نکاح، طلاق، عدت، تجارت، زراعت، کفن دفن وترکہ وغیرہ فقہ کی مشہور کتابیں ہدایہ شرح وقایہ، کنز الدقائق وغیرہ ہیں۔

اس دو رکن ظاہری کے جامع کو علم فقہ یا علم شریعت کہتے ہیں۔ اس میں آٹھ چیزیں ہیں۔ ۱) فرض۔ ۲) واجب۔ ۳) سنت۔ ۴) مندوب۔ ۵) حلال۔ ۶) حرام۔ ۷) مکروہ۔ ۸) مشتبہ۔

علم فقہ میں کلمہ کا بیان نہیں ہے۔ اس لئے اس کو فقہ سے علیحدہ کر کے اس کا نام علم عقائد رکھا۔ باطن کے دو رکن ہیں اول رکن مہلکات یا عقبات (یعنی گھاٹا راہ دین کی کھیتی میں) بدخصلتوں سے دل کا پاک کرنا جیسے بخل۔ حسد، تکبر۔ عجب وغیرہ۔

دوسرا رکن منجیات یعنی نیک خصلتوں سے دل کو آراستہ کرنا جیسے سخاوت، قناعت، تواضع، شکر، صبر رجا توکل وغیرہ۔ ان دونوں کے جامع کو علم تہذیب اخلاق کہتے ہیں۔ اور صوفیائے کرامؒ علم سلوک کہتے ہیں۔ تصوف (سلوک) میں احیاء العلوم، کیمیائے، سعادت منہاج العابدین، غنیتہ الطالبین، فتوح الغیب، فتوح ربانی، عوارف المعارف، گنج الاسرار وانیس الارواح وغیرہ مشہور کتب ہیں۔

پس دین کے چار اجزاء۔ ۱) عقائد۔ ۲) عبادت۔ ۳) معاملات۔ ۴) اخلاق ہوئے۔

قرآن مجید: قرآن مجید اسلام کا ایک قانون اساسی ہے اور اس کی عملی تفسیر جس کا نام سنت ہے اسی پر تمام قوانین اسلامی کی بنیاد ہے۔ علم تفسیر قرآن مجید کے معنے و مطلب کی شرح اور توضیح تفسیروں میں ہوا کرتی ہے۔ اردو میں تفسیر حقانی و تفسیر موضح القرآن وغیرہ پڑھنے کے لائق ہیں۔

علم حدیث: جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کے مجموعہ کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈیڑھ سو برس بعد تالیف و تصنیف ہوئیں۔ بہت سی حدیثیں قوی حسن اور نیز بہت سی ضعیف ہیں۔ جو حدیث کے خلاف آیت زبانی کے ہو اس کو متروک کرنا چاہئے کیونکہ مقدم علم قرآن مجید پر لازم ہے۔

علم حدیث میں ۱) بخاری شریف (اصح الکتب۔ بعد کلام اللہ)۔ ۲) مسلم شریف، ۳) ترمذی، ۴) ابی داؤد، ۵) ابن ماجہ، ۶)

نسائی مشہور کتب ہیں۔ انہیں صحاح ستہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ موطا، مشکوٰۃ، مشارق الانوار وغیرہ ہیں۔

قرآن وحدیث کے بعد فقہ کا درجہ ہے۔ فقہ اسلامی کا تیسرا رکن اجماع ہے جو مشورہ ملت کی سب سے کامل اور محتاط حد ہے۔ یعنی علماء امت کا کسی مذہبی غیر منصوص مسئلہ پر اور قوم کے ارباب سیاست کا کسی طریقہ سیاست پر اتفاق کرنا۔

چوتھا رکن قیاس ہے یہ کہ نکالیں آیمہ مجتہدینؒ مسائل کو قرآن وحدیث سے کسی وجہ سے اور ایمہ مجتہدینؒ چار ہیں۔ ۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ۔ ۲) امام محمد ادریس شافعیؒ، ۳) امام مالکؒ، ۴) امام احمد بن محمد بن حنبلؒ عقائد میں ایمہ رابعہؒ متفق ہیں۔ لیکن فروعات میں اختلاف ہے مجتہد سے اجتہاد میں کبھی خطا بھی ہوتی ہے۔ لیکن اس خطا سے وہ گنہگار نہیں ہوتا۔

تقلید: ان ایمہؒ کی پیروی عین اتباع رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس واسطے کہ ان کا اجتہاد خلاف قرآن وحدیث شریف نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ "میری امت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہوگا"۔ انہی ایمہؒ کے پیرو اہل سنت والجماعت کہلاتے ہیں جو ناجی فرقہ ہے۔

ہمارے نزدیک پاک دل اور صلحا کی تقلید کو چھوڑنا ایک اباحت ہے کیونکہ ہر شخص مجتہد نہیں ہے۔ اجتہاد کے لغوی معنی کوشش کرنے کے ہیں۔ اجتہاد ایک شرعی امر ہے جس وقت کسی امر کے متعلق کوئی نص موجود نہ ہو اس وقت اجتہاد مشروع ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ اپنی قوت اجتہادی اور اپنے علم اور واریت اور فہم وفراست میں ایمہ ثلاثہؒ یعنی امام مالکؒ، امام شافعیؒ و امام حنبلؒ و دیگر ایمہؒ سے افضل واعلیٰ تھے اور ہم حنفی آپ ہی کی تقلید کرتے ہیں۔

متبوع ہے قرآن مرا پھر سنت
پھر رتبۂ اجماع وقیاس امت
ہوں دل سے مقلد امام اعظم
ارباب سلاسل سے ہے مجھ کو بیعت
بندہ ہوں خدا کا اور نبی کی اُمت
ہوں تابع اصحاب و غلام عترت
رکھتا ہوں میں ارباب و لایب سے نیاز
ہے نام مرا اس لئے اہل سُنت

علم فقہ (علم شریعت): ۱) قرآن مجید، ۲) حدیث شریف، ۳) اجماع اور ۴) قیاس سے مل کر قانون کے تیار کرنے والے حضرات ایمہ اربعہؒ مذکورہ بالا ہیں۔

شریعت اور طریقت دو چیزیں نہیں ہیں اصلاح شرع میں ارباب طریقت ان لوگوں کو کہتے ہیں جس کا مشرب تصوف ہے۔ تصوف کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہے چار سلسلہ بہت مشہور ہیں۔ اور وہ ۱) چشتیہ، ۲) قادریہ، ۳) نقشبندیہ اور ۴) سہروردیہ ہیں۔ نقشبندیہ سلسلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ذریعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ بقیہ سب سلسلے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہ کے توسل سے دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہوتے ہیں۔

ایمان

لفظ ایمان عربی مصدر ہے جس کے معنی ماننے اور پناہ دینے اور بے خوف کرنے کے ہیں اور اصطلاح شرع اسلام میں اس اقرار لسانی اور تصدیق قلب سے مراد ہے جو۔۔ نبی علیہ السلام کی بتائی

ہوئی باتوں پر اپنی قبولیت اور تسلیم ظاہر کی جائے۔ایمان اس بات کا نام ہے کہ جو بات پر وہ غیب میں ہو اس کو قرائن یقینی کے لحاظ سے قبول کیا جائے۔

ایمان بالغیب (جس کی وجہ سے درجات اُخروی ملتے ہیں) خداوند کریم شروع سورت قرآنی میں متقین کی تعریف یومنون بالغیب کیساتھ فرماتا ہے کہ"یہ قرآن شریف راہنما ہے واسطے اتقا کرنے والوں کے وہ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔"گویا اسلام کے احاطہ میں آنے والوں کا دارومدار ہی ایمان بالغیب پر ہے۔ایمان بالغیب میں اللہ کی ذات پاک اس کے فرشتوں کا وجود۔آخرت کے دن اور اس کی سزا و جزا اور تقدیر پر ایمان لانا شامل ہے۔

خدائے تعالیٰ کے بتائے ہوئے اور غیب کو ماننے والے کو اسلامی شرح کی اصطلاح میں مومن کہتے ہیں الغرض ایمان وہ شے ہے کہ جن باتوں کو عقل تو قبول کرتی ہے۔مگر بہ وجہ پردہ غیب ہونے کے جیسا کہ چاہئے ان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی ان باتوں میں اپنی فراست فطرتی سے کچھ ترجیح یعنی آثار صداقت دیکھ کر اور اس قدر دلایل عقلیہ کا غلبہ اس طرف پا کر اور پھر خدا کے کلام کو اس پر شاہد ناطق و صادق معلوم کر کے ان باتوں کو مان لیا جائے یہی ایمان ہے جو ذریعہ خوشنودی خداوند کریم جل شانہ ہو جاتا ہے۔

نجات ایمان سے وابستہ ہے اور ایمان اور مخفیہ سے وابستہ ہے۔ایمان دو صفت پر ہے ایمان مجمل اور ایمان مفصل۔

ایمان مجمل: ایمان مجمل یہ ہے کہ دل سے یقین کرے اور زبان سے اقرار کرے کہ "امنت باالله کما هوباسمائه وصفاته وقبلت جميع الحكامه"۔ یعنی میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ اور قبول کئے میں نے سب حکم اس کے۔

ایمان مفصل: ایمان مفصل یہ ہے کہ دل سے یقین کرے اور زبان سے اقرار کرے کہ " امنت باالله و ملئكته و كتبه ورسله والیوم الآخرو القدرخیره و شره من الله تعالیٰ والبعث بعد الموت۔"یعنی ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر اور پچھلے دن (قیامت) پر اور اس پر کہ اندازہ کرنا نیکی اور بدی کا اللہ سے ہے اور ایمان اوپر اٹھنے بعد موت کے۔" بہ روایت مسلمؒ جنہوں نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ کلمہ امنت باللہ۔۔بعد الموت کا زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے۔اور اس اقرار اور تصدیق کی وہی شرطیں ہیں جو اسلام کی ہیں۔

قرآن مجید اور احادیث شریف میں ایمان اور اسلام کا استعمال بمعنی مختلف ہوا ہے۔

اسلام اور ایمان میں یہ فرق ہے کہ اسلام افعال ظاہر سے تعلق رکھتا ہے اور ایمان دل سے تعلق رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو خبر نہیں ہوتی۔

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک جملہ کاموں سے یہی فضل ہے کہ خالص ایمان جس میں شک و شبہ نہ ہو اور کفار سے لڑائی جس میں کوئی غرض نہ ہو اور حج مبرور۔"صحیحین۔

ایمان مفصل میں جن سات چیزوں کا ذکر ہے ان میں سے جب تک سب چیزوں پر ایمان نہ لائے ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر نماز نہ پڑھتا، زکوٰۃ نہ دیتا یا روزہ نہ رکھتا یا حج نہیں کرتا ہو ہے

تو وہ مسلمان تو ہے لیکن سخت گنہگار اور خداوند تعالیٰ کا نافرمان اور فاسق ہوگا یہ لوگ اپنے گناہوں کی سزا پا کر اخیر میں چھٹکارا پائیں گے۔ ایمان مفصل اور احکام ایمان کا بیان پارہ سیقول سورہ بقر میں ہے۔

اعتقاد

ایمان مفصل کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱) عقائد اللہ کے ساتھ: خدا تھا اور اس کے ساتھ اور کوئی شے نہ تھی۔ پھر اس نے کائنات کو خلق کیا۔ خدا کسی دوسری چیز سے ملکر نہیں بنا اور نہ دوسری چیز میں حلول کرتا (سماتا) ہے۔ خدا ایک ہے ذات و صفات میں اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ بے نیاز ہے اس سے نہ کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔ حاجت انسانی سے پاک ہے۔ تمام کمال کی صفتوں سے موصوف ہے۔ نقصان و زوال کی علامت سے پاک ہے۔ خدا کے ساتھ اور خدا کو نہ پکارو کیونکہ خدا کے سوا اور خدا ہی نہیں۔ ہر چیز نیست ہے مگر اس کی ذات ذات حق وصفات کے سوا جو کچھ ہے وہ حادث ہے۔ یعنی عدم سے وجود میں آیا قدیم نہیں۔ کوئی چیز اس کے مانند نہیں وہ سب سے نرالا ہے۔ پروردگار عالم کے جسم و جوہر نہیں یعنی تین نہیں اور عرض نہیں مصور نہیں کہ اس کی کوئی صورت وشکل ہوئے اور مرکب نہیں کہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے مل گیا ہو اور معدود نہیں کہ اس کو گن سکیں۔ اور معدود نہیں کہ حدونہائت رکھتا ہو۔ ہر جگہ موجود۔ یکتا۔ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا ہر چیز پر قدرت رکھنے والا وجاننے والا خواہ ظاہر ہو یا چھپی یعنی عالم الغیوب ہے بغیر آنکھ کان منہ دیکھتا سنتا بولتا ہے۔ اس نے تمام چیزوں کو اپنے ارادہ سے پیدا کیا۔ وہی جلاتا مارتا قابل پرستش اور لائق عبادت ہے وہی روزی دیتا۔ دعا قبول کرتا۔ عزت ذلت دیتا۔ مریضوں کو شفا دیتا اور مصیبتوں کو ٹالتا اور گنہگاروں کو بخشنے والا ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، وہ دنیا کی حفاظت سے تھکتا نہیں نہ وہ سوتا ہے نہ اونگھتا۔ وہی جب چاہے گا سب چیزوں کو فنا کر دیگا۔ پھر سب کو پیدا کر کے قیامت قائم کریگا۔

۲۔ عقائد فرشتوں کے ساتھ: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا وہ موجود ہیں مگر ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ فرشتوں کی صفت یہ ہے کہ نافرمانی پروردگار عالم کی نہیں کرتے اور نہ معصیت کا کام کرتے ہیں یعنی معصوم ہیں۔ جو کچھ خدا فرماتا ہے وہی کرتے ہیں۔ اور ابلیس جس نے کہ نافرمانی کی دراصل وہ فرشتہ نہیں تھا بلکہ جن تھا۔ فرشتے مرد ہیں نہ عورت نہ کھاتے ہیں نہ پیتے۔ اجزائے عالم کے ہر جزو پر موکل ہیں بعض نیکی بدی لکھتے۔ بعض حفاظت پر مقرر ہیں، بعض ہر وقت خداوند تعالیٰ کی یاد میں رہتے ہیں ان کی روزی تسبیح وتہلیل ہے موت انہیں بھی آئے گی۔ گنتی سے باہر ہیں چار بہت مقبول ومشہور ہیں اول حضرت جبریل امینؑ پیغمبروں کے پاس وحی لیکر آیا کرتے تھے۔ دوسرے حضرت اسرافیلؑ (صور پھونکنے پر مامور ہیں) تیسرے حضرت میکائیلؑ، مخلوقات کی روزی پہنچانے پر مامور ہیں) چوتھے حضرت عزرائیلؑ (قبض ارواح پر مسلط ہیں) کراما کاتبین دو فرشتے ہیں جو آدمیوں کی نیکی بدی لکھتے ہیں۔

۳) عقائد کتابوں کے ساتھ: اللہ تعالیٰ نے بعض پیغمبروں پر کتابیں اور صحف نازل فرمائے ہیں اور بعضوں کو ان کی پیروی کی نسبت حکم دیا ہے آسمانی کتابیں چار ہیں اور سو صحیفے۔ حضرت آدمؑ پر ساٹھ یا بیس یا پچاس اور حضرت شیثؑ پر پچاس یا تیس اور حضرت نوحؑ پر تیس اور حضرت ابراہیمؑ پر دس صحیفے نازل ہوئے ہیں۔ اول کتاب توریت بہ زبان عبرانی جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی جس کے بنی

© https://www.nawabhasanrizami.life

اسرائیل پیرو تھے۔ دوسری کتاب زبور بہ زبان یونانی جو حضرت داؤد پر نازل ہوئی تھی تیسری کتاب انجیل بہ زبان سُریانی جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی۔

جس قدر کہ اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل فرمائی ہیں وہ سب کی سب سچی اور برحق ہیں اجمالاً سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔لیکن ان کتابوں وصحیفوں کو لوگوں نے بدل ڈالا ہے اس لئے موجودہ کتاب و صحف آسمانی نہیں ہیں بلکہ قرآن شریف (جو کہ خلاصہ کتاب سماوی ہے) پر تفصیل ایمان لانا چاہیئے۔ جو کچھ اس میں اوامر ونواہی۔ وعدے وعید جنت و دوزخ وغیرہ کی بابت احکام ہیں وہ سب صحیح و درست ہیں۔ چوتھی کتاب قرآن مجید فرقان حمید آخری فرمان ہے۔ نزول کے وقت سے لیکر اب تک زیروزبر پیش ہر قسم کی غلطیوں سے محفوظ ہے اور قیامت تک اسی طرح محفوظ رہیگا۔قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا معجز کلام ہے تمام مخلوقات جن وانس وملائکہ اس جیسا کلام بنانے سے عاجز ہیں سب سے اعلیٰ و اشرف معجزہ قرآن شریف ہی ہے جس کے اصول ومسائل عقل کی کسوٹی پر پرکھنے سے صحیح ثابت ہوتے ہیں۔ قرآن کی معقول تعلیم فطری تقاضوں کے منافی نہیں۔بلکہ قرآن شریف تو ان جذبات اور استعدادوں کو نشوونما دیتا اور اُبھارتا ہے جو فطرت انسانی میں ودیعت شدہ ہیں۔ دراصل قرآن مجید نے ہی ایک ایسا مذہب پیش کیا ہے جو نہ صرف انسان اور اس کی سیرت کی عزت کرنا بلکہ قرآنی احکامات اور تعلیمات عین فطرت کے مطابق ہیں اور ہذا شفاء للناس و ذکریٰ للعالمین۔قرآن مجید آخری شریعت کے احکام لایا ہے اس لئے اس کے بہت سے احکام نے پہلی کتابوں کے حکموں کو منسوخ کر دیا۔قرآن مجید تئیس برس تک یعنی ۱۳ سال مکہ معظمہ اور دس سال مدینہ منورہ میں ضرورتوں کے لحاظ سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا ہے۔قرآن مجید کے احکام ایسے معتدل ہیں کہ ہر زمانے اور ہر قوم کے مناسب حال ہیں دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں کہ وہ فرقان حمید کے احکام پر عمل کرنے سے عاجز ہو چونکہ کلام اللہ کے احکام ہر زمانے اور قوم کے مناسب ہیں اس لیے کسی دوسری شریعت اور آسمانی کتاب کی حاجب نہیں رہی۔

۴۔عقائد رسُولوں کے ساتھ: رسول اللہ تعالیٰ کے بندے اور انسان تھے خدائے تعالیٰ نے انہیں اپنے بندوں تک احکام پہنچانے کے لیے مقرر فرمایا تھا جس قدر انبیاء ورسول مبعوث ہوئے سب کے سب مرد معصوم وگناہوں سے پاک اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور تمام انسانوں سے افضل و بزرگ بندے ہیں عورتوں میں کوئی نبی ورسول نہیں ہوا۔ خدائے تعالیٰ کے حکم سے معجزہ دکھلاتے۔ پیغام پورے پورے پہنچا دیتے۔ان میں کمی بیشی نہیں کی نہ کسی پیغام کو چھپایا۔

رسول اس پیغمبر کو کہتے ہیں جس کو نبی شریعت اور کتاب دی گئی ہو۔اور نبی ہر پیغمبر کو کہتے ہیں چاہے اسے نئی شریعت اور کتاب دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو۔بلکہ وہ اپنی شریعت اور کتاب کا تابع ہو۔

خدائے تعالیٰ نے جسے نبی اور رسول بنایا وہی بنا۔دوسرا آدمی کسب ومحنت سے نہیں بن سکتا۔ دنیا میں بہت سے رسول اور نبی آئے۔بعض نے ایک لاکھ ۲۴ ہزر بعض نے اس سے کم پیش تعداد بیان کی ہے۔ٹھیک تعداد اللہ ہی جانتا ہے۔ان میں سب سے اول حضرت آدمؑ اور سب سے آخری میں محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ ہیں۔ اعتقادات میں ایک دوسرے کے خلاف نہیں اگر ہے تو فروع میں۔ جتنے پیغمبر مبعوث بہ رسالت ہوئے سب کا ایک ہی دین ''اسلام'' تھا۔اللہ تعالیٰ نے دنیا کے کل موجودہ اور معدوم شدہ قوموں میں سے ہر قوم کے ہدایت کے لئے ایک یا متعدد پیغمبر مبعوث فرمائے تھے سب نے اپنے اپنے وقت میں تبلیغ رسالت کی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے راہ ہدایت دکھلانے کو پیدا ہوئے اور

دین اِلٰہی (اسلام) کو پھیلایا۔لیکن حضرت انسان نے آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تولید مبارک کے قبل ان احکام کی پابندی ترک کردی تھی اورمن گھڑت دستور ایجاد کرلئے تھے۔ ہر جگہ کھلم کھلا بت پرستی شرک پرستی وتوہم پرستی وغیرہ شروع ہوگئی تھی تب ہمارے نبی آخرالزماں احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملک عرب کے مشہور شہر مکہ معظمہ میں خاندان قریش کی ایک شاخ بنی ہاشم میں جوسب سے زیادہ قابل عزت و بزرگ تھی بطن آمنہ سے ۸ یا ۹ یا ۱۲ ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۰/اپریل ۵۷۱ء میں تولد ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے تھے کہ آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی وحی کے ذریعہ سے قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔یہی ایک ایسا فوق المضطرب معجزہ ہے جسے اسلام نے ایک واجب التعظیم مذہبی اعتقاد کی شان سے پیش کیا ہے اس کے متعلق ہم کو اعلانیہ اعتراف ہے کہ ہماری عقل وفہم وحی کی ماہیت کے ادراک سے قاصر ہے یہ ایک ایسی شئے ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر آدمیوں میں مابہ الامتیاز ہے۔

آپ ﷺ کی بعثت محض اشاعت توحید ہدایت خلق اطمینان قلب وروحانی کمال کے لیے تھی۔آپ رحمتہ للعالمین ہیں۔

آنحضرت ﷺ اُمی تھے اور تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل و بزرگ ہیں خدائے تعالیٰ کے بعد آپ کا مرتبہ سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہے کیونکہ آپ قیامت کے دن تمام اولاد آدم کے سردار ہوں گے۔ دعویٰ نبوت سے پہلے بھی تمام لوگ آپ کو نہایت سچا پاکباز امانت دار شخص سمجھتے تھے اور تمام لوگ آپ کی بہت عزت اور توقیر کرتے تھے اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔

آپ کی ذات میں عفت وعصمت شرم وحیا بے حد تھی آپ خندہ وکشادہ رو ملنسار ومنصف مزاج صابر وشاکر سخی ومتواضع رحیم حلیم سلیم لاطمع غرضکہ بہمہ صفت موصوف تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کا براہواں سال تھا کہ معراج ہوئی حالت بیداری میں جسم اطہر کے ساتھ مکہ شریف سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں اور جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا تشریف لے گئے جو نص قرآن اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

آپ خاتم النبین ہیں یعنی پیغمبری اور نبوت آپ ﷺ پر ختم ہوگئی آپ ﷺ کے بعد جو پیغمبر کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے آپ نے فرمایا کہ ”میں پچھلا نبی ہوں میرے بعد کئی نبی آنے والا نہیں۔“ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے خداوند تعالیٰ نے دین اسلام کی تکمیل کردی اور اسلام ہر طرح کامل مکمل دین ہوگیا۔اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پیغمبر کے آنے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ آپ کی نبوت تمام دنیا پر عام ہے یعنی جن وانسان سب پر ہے آپ کا نمونہ تمام دنیا کی تقلید کے لئے کافی ہے۔

قدم بڑھاؤ ترقی کرو ضرور ولے
مگر رسول کے قدموں پہ سر رہے خدا کیلئے
پندار سعدیؔ کہ راہ صفا
تواں رفت جز در پیئے مصطفیٰ

ہجرت یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ میں داخلہ ۸/ربیع الاول مطابق ۲۰/ستمبر ۶۲۲ء کو واقع ہوئی ہے۔اور اسی سے سال ہجری کا شمار ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعمر (۶۲) باسٹھ برس گیارہ مہینہ چندروز ۸ یا ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۲۷/مئی ۶۳۲ء بمقام مدینہ منورہ اعلیٰ علیین کو سفر فرمایا: انا للہ و انا الیہ راجعون۔

غرض ہر مسلمان کو عقیدہ رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر رسول اور پیغمبر نازل کئے وہ سب سچے ہیں اور سب سچا پیغام خدائے تعالیٰ کا لائے تھے۔

۵۔قیامت کے ساتھ عقائد: آخرت کا عقیدہ اسلام میں فرعی نہیں بلکہ اصول دین سے ہے اس لیے ہر مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہوتا وقتیکہ وہ اس پر یقین و اثق نہ رکھتا ہو۔ آخرت سے منحرف ہو کر انسان اپنے اعمال کی ذمہ داری سے انکار کرتا ہے۔ پھر نہ بدی کا عذاب ہے نہ نیکی کا ثواب، قیامت کا دن اس دن کو کہتے ہیں جس دن تمام آدمی اور جاندار مرجائیں گے اور تمام دنیا پہلا صور پھوکتے ہی فنا ہو جائے گی۔ قیامت کا ٹھیک وقت سوائے خدائے تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اتنا معلوم ہے کہ جمعہ کا دن اور محرم کی دسویں تاریخ ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب قیامت کی نشانی بتلائی ہے کہ جب دنیا میں گناہ زیادہ ہونے لگیں اور لوگ اپنے ماں باپ کی نافرمانی اور ان پر سختیاں کرنے لگیں۔ اور امانت میں خیانت اور گانے بجانے ناچ رنگ کی زیادتی ہو جائے۔ پچھلے لوگ پہلے بزرگوں کو بُرا کہنے لگیں بے علم اور کم علم لوگ پیشوا بن جائیں کم درجہ کے لوگ بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں۔ نا قابل لوگوں کو بڑے بڑے عہدے ملنے لگیں۔'' وغیرہ وغیرہ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے متعلق جس قدر نشانیاں بتلائی ہیں وہ سب پوری ہوں گی۔ جیسے پیدا ہونا حضرت امام مہدیؑ کا اور خروج دجال کا اور نزول حضرت عیسیٰؑ اور قتل دجال اور خروج یاجوج ماجوج اور دابتہ الارض اور آنا عذاب دخان کا اور طلوع ہونا آفتاب کا مغرب سے اور بند ہونا دروازہ توبہ کا اور دھنسنا زمین کا اور گھیر لانا آگ کا تمام آدمیوں کو ملک شام میں وغیرہ سب حق ہے۔

۶۔عقاید تقدیر: ہر بات اور اچھی بُری چیز کے لئے خدائے تعالیٰ کے علم میں ایک اندازہ مقرر ہے نیکی بدی۔ برائی بھلائی کا پیدا کرنے والا ہے لیکن نیکی سے راضی اور بدی سے ناخوش ہوتا ہے اسی نے بندوں کو سمجھ اور ارادہ عطا کیا ہے جس سے وہ ثواب وگناہ اور اپنے اختیار سے کرتے ہیں۔ مگر بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ اور خدا جس کو گمراہ کرے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لاسکتا اور جسے وہ راہ راست پر لاوے کوئی اسے گمراہ نہیں کرسکتا۔ تقدیر اسی کو کہتے ہیں۔ اور مسلمان کو عقیدہ رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ہر برائی بھلائی ایک اندازہ سے پیدا کی ہے۔

۷۔موت کے بعد زندہ ہونا: جب اسرافیلؑ دوبارہ صور پھونکیں گے تو سب آدمی و چیزیں ایک وقت مقررہ پر زندہ ہو کر اللہ کی بارگاہ میں اپنے اعمال وافعال کی سزا و جزا پانے کے لئے میدان محشر میں حاضر ہوں گے۔ جس روز یہ کام ہوں گے اس کو یوم الحشر (جمع کئے جانے کا دن) یوم الجزا اور یوم الدین و بدلہ دینے کا دن) اور یوم الحساب (حساب کا دن) کہتے ہیں۔

عالم آخرت۔ اس حالت میں جب تک آدمی بے تن رہتا ہے اور عالم ملکوت میں بقا رکھتا ہے اس کو عالم قبر اور عالم مثال اور عالم برزخ کہتے ہیں اور جب تن دار ہوگیا تو اس کو عالم محشر اور قیامت وغیرہ کہتے ہیں۔ سکرات الموت، فشار قبر، حشر اجسام برحق ہے۔

دنیا سے انتقال کے بعد انسان قبر میں ہے اور اس سے مطالبات اور مواخذات جو ہوتے ہیں اس کی تفصیل کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اگر گنہگار ہے تو عذاب قبر ہوگا۔ اور اگر ایماندار ہے تو چین سے رہے گا۔

قبر میں منکر نکیر دو فرشتے اور مرنے کے بعد مردے سے اس کے خدا، رسول اور دین کی نسبت سوال کرتے ہیں اگر مردے

نے جواب صحیح دیا تو اس کو بہت آرام وچین ملتا ہے۔اور اگر جواب صحیح نہیں دیا تو عذاب اور تکلیف میں رہتا ہے۔

قیامت میں جس کو اس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو اس سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا یعنی مومن مسلمانوں کو نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دئے جائیں گے اور بدکاروں و کافروں کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔اور خداوند تعالیٰ بندوں سے سوال کریگا کہ کونسے اچھے اور بُرے کام کیے۔

بُرے بھلے سب قسم کے اعمال میزان عدالت میں تولے جائیں گے چنانچہ جس کے نیک اعمال تول میں زیادہ وزنی ہوں گے تو وہ خاطرخواہ عیش (جنت) میں ہوگا۔اور جس کا اعمال نیک تول میں کم ٹھہریں گے اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

میدان محشر کی تکالیف اور مصائب سے گھبرا کر سب لوگ پیغمبروں کے پاس سفارش کے لئے درخواست کریں گے۔مگر بالآخر ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفارش فرمائیں گے۔

پل صراط سے گذرنا ہوگا جو کہ دوزخ کے اوپر رکھا جائے گا نیک بندے اپنے اپنے اعمال کے موافق اس پر جلدی سے گذر کر جنت میں جائیں گے اور گنہگار کٹ کر دوزخ میں جا گریں گے۔

جنت: جنت ایک عیش دوام کی جگہ ہے بہشتوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی ہر طرح کی نعمتیں وہاں موجود رہیں گی وہ نعمتیں ایسی ہیں جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سنا اور وہ انسان کے خیال میں آبھی نہیں سکتیں۔کوئی چیز اس کی نہ فنا ہوتی ہے نہ کم۔یہ محض خدا سے ڈرنیوالے لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے۔سات نہریں ہیں جنت میں طوبیٰ نامی ایک درخت ہے جس کی شاخیں ہر کوٹھری میں سایہ فگن ہیں۔ بہشت میں حوریں (نہایت خوبصورت نوجوان باحیا عورتیں) وغلمان (کمسن خوبصورت بھولے بھالے لڑکے) ہیں سات بہشتیں ہیں: ۱۔جنت الماویٰ، ۲۔ دارالمقام، ۳۔دارالسلام، ۴۔بیت الخلد، ۵۔ جنت النعیم، ۶۔فردوس، ۷۔عدن۔ایک بہشت جو سب سے اعلیٰ ہے اس کے نام میں اختلاف ہے اور یہی محل تجلی حضوریدار ہے۔

بہشتیوں کے پینے کے لئے حوض کوثر کا پانی جو شہد سے زیادہ میٹھا دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔دیا جائے گا۔رضوان وربان بہشت ہیں۔

دوزخ: دوزخ ایک نہایت مصیبت خیز مقام ہے سانپ بچھو اور طرح طرح کے عذاب گنہگاروں کے لئے اس میں مہیا ہیں جن لوگوں کو ذرہ برابر بھی ایمان نصیب ہوگا وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت کر بہشت میں داخل ہوں گے اور جو لوگ مشرک یا کافر ہیں وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور ان پر طرح طرح کے عذاب ہوتے رہیں گے۔دوزخ کے سات طبقے ہیں: ۱۔جحیم، ۲۔جہنم، ۳۔سعیر، ۴۔سقر، ۵۔لظی، ۶۔حاویہ، ۷۔حطمہ۔مالک دربان دوزخ ہیں۔

اعراف: اعراف بہشت اور دوزخ کے درمیان ہے۔ اعراف حنفیوں کے نزدیک حق ہے جو لوگ نہ مستحق جنت ہیں نہ سزاوار دوزخ اس میں رہیں گے ان کی مایوسی اور اُمید اس بلا کی ہوگی کہ العظمتہ اللہ۔مگر یہ لوگ فضل الٰہی سے آخرکار جنت میں جائیں گے۔

دیگر اعتقادات: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تیس سال تک خلافت راشدہ رہی یہ تیس سال شہادت حضرت علیؓ پر ختم ہوتے ہیں چھ ماہ باقی تھے کہ امام حسنؓ خلیفہ ہوئے اور خلافت راشدہ کا خاتمہ آپؓ کی ذات پر ہوگیا۔

خلیفہ کے معنی قائم مقام اور نائب کے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین کا کام سنبھالنے اور جو انتظامات حضور صلی اللہ علیہ وسلم

© https://www.khwajahasanizami.life

فرماتے تھے انہیں قائم رکھنے میں جو شخص آپ کا قائم مقام ہوا سے خلیفہ کہتے ہیں۔خلیفہ وقت غازی عبدالمجید خاں آفندی ہیں۔

چہار یار باصفا کہ خلفاء راشدین و جانشین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں سب اصحاب سے فاضل تر ہیں ان حضرات کے اس قدر فضائل و مناقب ہیں کہ کسی کے نہیں ہیں۔اول خلیفہ برحق حضرت ابوبکر صدیقؓ دوسرے حضرت عمر فاروقؓ تیسرے حضرت عثمان ذوالنورینؓ، چوتھے حضرت علی کرم اللہ وجہ ہیں۔ان سے عداوت موجب شقاوت دارین اور محبت باعث سعادت کونین ہے۔

بوبکر کی تکریم نبی کرتے تھے
جو رائے عمر کی تھی وہی کرتے تھے
ترتیب خلافت کے ادب سے لاریب
عثمانؓ کی تعظیم علیؓ کرتے تھے

خلفاء راشدین کے بعد عشرۃ المبشرہ یعنی دس اصحاب مندرجہ ذیل ہیں۔

وہ یار بہشتی اند قطعی
بوبکر و عمر، علی و عثماں
سعد است وسعید و بوعبیدہ
طلحہ و زبیر و عبدالرحمان

(نوٹ: دس عشرہ المبشرہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت سعید بن ابی زیدؓ، حضرت عبیدہ بن الجراحؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ ہیں)

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ یہ خصوصیت بہشت صرف حضرات بالا ہی پر اکتفا نہیں کرتی ہے بلکہ اور حضرات بھی مبشر ہیں۔ حضرت فاطمہؓ سیدۃ النساء، اہل لجنۃ حضرت امام حسینؓ سید الشباب اہل الجنۃ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ۔ حضرت امیر حمزہ سید الشہداءؓ، حضرت عباسؓ، سلمان، صہیب و عمار بن یاسر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ تمام اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس قدر بی بیاں ہیں ان سب کو اُم المؤمنین سمجھنا حق ہے۔کیونکہ بغیر اس کے ایمان کامل نہیں ہوتا۔

صحابی: صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو یا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہو اور ایمان کے اوپر اس کی وفات ہوئی ہو صحابہ کے مرتبے آپس میں کم و زیادہ ہیں۔اصحاب پیغمبر باقی امت سے فاضل تر و بہتر ہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و اعانت اور دین قدیم کی تقویت اور ملت دین کی اقامت کیلئے انہیں پیدا کیا بہت زیادہ حدیثیں ان کی مدحت و فضل میں واقع ہوئی ہیں۔صحابہ کرامؓ سے بغض موجب نقصان ایمان اور کینہ ان سے باعث خسران ہر دو جہان ہے۔اہل سنت والجماعت کی یہ روش ہونی چاہئے کہ صحابہ کرامؓ کو برائی سے نہ یاد کرے اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہے۔

سب سے پہلے مسلمان: سب سے پہلے مسلمان وہ صحابہ کرامؓ جو واقعہ بدر ۲ھ تک ایمان لائے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم لوگوں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں دے دے تب بھی ان کی برابری پر نہیں پہنچ سکتا۔نیز سورہ توبہ پارہ (۸) میں ہے کہ ”مہاجر و انصار میں سے جن لوگوں نے اسلام لانے میں سبقت کی اور نیز وہ لوگ جو ان کے بعد خلوص دل سے ایمان لائے خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں۔“

مہاجرین: مہاجرین ان مسلمانوں کو کہتے ہیں جو اپنا گھر

© https://www.khwajahasanizami.life

بار چھوڑ کر مکہ معظمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ منورہ چلے آئے اور مدینہ منورہ کے مسلمان جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین کی مدد کی انہیں انصار کہتے ہیں۔

تابعین: تابعین ان حضرت کو کہتے ہیں جنہوں نے پیغمبر کے اصحاب میں سے کسی ایک کو دیکھا اور تبع تابعین ان کو کہتے ہیں جنہوں نے تابعین کو دیکھا ہو۔

ولی: جو مسلمان خدائے تعالیٰ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کی تابعداری کرے اور کثرت سے عبادت کرے آخرت کا خیال کا ہو اور گناہوں سے بچتا رہے۔ خدا اور رسول کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ رکھتا ہو تو وہ خدا کا مقرب اور پیارا ہو جاتا ہے۔ اس کو ولی کہتے ہیں۔ کوئی ولی بزرگ، غوث صالح شہید، نبیوں کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ جو شخص شریعت کے خلاف کام کرتا ہو ہرگز ولی نہیں ہو سکتا۔

مشایخ صوفیا قدس اللہ سرارہم کہتے ہیں کہ اولیاء کا تصرف عالم برزخ میں دائم اور باقی ہے اور ان کی ارواح مقدسہ سے توسل اور استمداد ثابت امام حجتہ الاسلام محمد غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جس کی زندگی میں اس سے وسیلہ چاہتے تھے اس کے مرنے کے بعد بھی چاہ سکتے ہیں۔ یہ موافق دلیل کے ہے۔ کیونکہ بعد موت روح کا باقی رہنا حدیثوں اور اجماع سے ثابت ہے اور زندگی میں اور مرنے کے بعد روح منصرف ہے نہ کہ بدن یوں تو حقیقی متصرف حق تعالیٰ ہے۔

نبیوں اور پیغمبروں سے جو بات خلاف عادت اور مشکل ظاہر ہوتی تو اُسے معجزہ اور ولی سے جو بات ظاہر ہو اسے کرامت اور اگر خلاف شرع اور بے دین لوگوں سے کوئی خلاف عادت بات ظاہر ہو تو اسے استدراج یا جادو کہتے ہیں۔

توبہ: اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول کر لیتا اور استغفار کرنے سے معاف کر دیتا ہے۔ دنیا میں سب کی دعائیں قبول کرتا اور حاجتیں روا فرماتا ہے۔ دُعا عبادت ہے۔ الدعا مخ العبادت جیسا کہ عبادات اوقات معینہ پر ہوتی ہے اسی طرح دعا کے لئے بھی وقت ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے اُدعونی استجب لکم۔

ثواب: ثواب عبادت کا بخشاو دعا کا اثر اور صدقہ دینا مردوں کے لئے ضروری ہے جس کے بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ اور نماز جنازہ بھی اسی پر ہے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیارت بقیع کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دعا رد بلا کرتی ہے اور صدقہ خشم الٰہی کی آگ کو ٹھنڈا کرتا ہے یعنی دنیا میں زندگی اور آخرت میں موت سے تقدیر معلق دعا اور صدقہ دینے سے رفع ہو سکتی ہے۔ اولیاء انبیاء کی دعا میں پُر زور اثر کرتی ہے۔ یہ سب قانون الٰہی کے مقابل دوسرے قانون کا عمل کرنا ہے۔ یہ بھی تقدیرات الٰہی میں داخل ہیں اس میں کسی صورت سے کوئی قانون نہیں بدلتا۔ الدعا یرد القضاء۔ دعا میں بڑا پرزور اثر ہے۔ اللہ کے علم میں ایک اندازہ ہے وہ ہرگز نہیں بدلتا اندازے کو تقدیر کہتے ہیں یہ دو تقدیریں ہیں ایک بدلتی ہے جیسے کوئی مصیبت یک نہیں بدلتی جیسے موت۔

متفرق احکام

دنیا میں مومن کے لئے پانچ حکم ہیں۔ ۱۔ کسی کو جان سے نہ مارنا، ۲۔ قید نہ کرنا، ۳۔ مال کو ظلم سے نہ لینا، ۴۔ بے سبب شرعی کے دُکھ نہ دینا، ۵۔ بدگمانی نہ کرنا۔ عاقبت میں دو ۲ بہشت میں جانا، ۲ عذاب دوزخ سے چھوٹنا۔

مسلمان کے حقوق مسلمان پر چھ ہیں۔ ۱۔ بیمار کی عیادت کرنا، ۲۔ جنازہ میں حاضر ہونا، ۳۔ دعوت قبول کرنا، ۴۔ سلام علیک

کرنا، ۵۔چھینکنے والے کو یرحکم اللہ کہنا،لیکن جب وہ الحمداللہ کہے تب۔ روبرواور پیٹھ پیچھے دونو حال میں خیرخواہی کرنا۔

واجبات: واجبات شرعی سات ہیں: ۱۔عیدالفطر کا صدقہ دینا،۲۔قربانی کرنا ، ۳۔وترکی نماز پڑھنا، ۴۔قرابتوں کو خرچ دینا،۵۔ماں باپ کی خدمت کرنا،۶۔جوروکو خاوند کی خدمت کرنا،۷۔ عمرہ بجالانا۔

سنت شرعی: سنت شرعی چھ ہیں۔ ۱۔ختنہ کرنا،۲۔لبیں لینا،۳۔بغل کے بال لینا،۴۔سرمنڈانایا تمام سر پر بال رکھنا،۵۔ناخن کٹوانا،۶۔زیرناف کے بال مونڈنا،۷۔آبدست لینا اور استنجا کرنا،۸۔کلی کرنا،۹۔پانی ناک میں ڈالنا،۱۰۔مسواک کرنااور دانتوں کو صاف کرنا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے سنتوں میں سے دس سنتیں مندرجہ بالاہیں جو دین اسلام میں بھی سنت ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جن بیس خصلتوں کا قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے جن مسلمانوں میں یہ بیس مندرجہ ذیل فضیلتیں ہوں گی وہ عذاب سے بری ہیں اور وہ بہشت میں رہیں گے۔توبہ کرنیوالے۔ بندگی کرنے والے شکر کرنے والے۔بے تعلق رہنے والے۔رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے۔حکم کرنے والے نیک کام کا منع کرنے والے بُری بات ہے۔احکامات کی پابندی کرنے والے۔خوشخبری سنانے والے مومنین کو۔سورہ توبہ پارہ (۱۱) تحقیق مسلمان مردوعورتیں ۔ ایماندار مردوعورتیں۔ بندگی کرنے والے مردوحوریں سچے مردہ وعورتیں۔صبر کرنے والے مردوعورتیں۔حرام سے بچنے والے مردوعورتیں۔اللہ کے ذکر کرنے والے مردوعورتیں اللہ نے رکھا ہے ان کے واسطے مغفرت اوراجرعظیم" سورہ الاحزاب پارہ (۲۲)

نماز: نماز خشوع پڑھنے والے۔نکمی بات پر خیال نہ کرنے والے۔زکوٰۃ دینے والے۔حرام کاری وزنا سے بچنے والے۔امانت میں خیانت نہ کرنے والے اورعہد کے پورا کرنے والے۔نماز قضانہ کرنے والے۔یہی ہیں میراث لینے والے فردوس کی اوروہ اسی میں رہیں گے ہمیشہ۔(قرآن مجید)

نماز کے پڑھنے والے وہ جو اپنی نماز پر ہمیشہ قائم ہیں اور کسی کام کے سبب نماز اپنی نہیں چھوڑتے وہ لوگ جن کے مال میں حصہ مقرر ہے یعنی جوزکوٰۃ اور خیرات اللہ کی راہ میں دیتے ہیں۔وہ لوگ جو قیامت کے دن کو سچ جانتے ہیں اس دن اعمال کا حساب ہوگا اور نیکی وبدی کی جزا وسزا دیجائیگی۔اور وہ لوگ جو پروردگار کے عذاب سے ڈرتے ہیں اوراس کے حکم پر چلتے ہیں۔اور عذاب کے خوف سے لاپراہ نہیں رہتے۔(قرآن مجید)

اصطلاحات شرعیہ

فرض: فرض وہ ہے کہ جس کا حکم دلیل قطعی سے ثابت ہو یعنی جس میں کچھ شک وشبہ نہ ہو۔جیسے پنجوقتہ نماز،روزہ رمضان المبارک حج و زکوٰۃ یا سیکھنا مسائل ضروری نماز روزہ کا یا سیکھنا قرآن مجید کا بقدر تین آیت چھوٹی یا ایک بڑی آیت کے فرض سے انکار کرنیوالا سب آئمہ کے نزدیک کافر ہے۔اور نہ کرنے والا اس کا فاسق وعذاب کا مستحق ہے۔

فرض کی دو قسمیں ہیں اول فرض عین جس کا کرنا ہر شخص کی ذات پر ضروری ہو جیسے پنجوقتہ نماز وغیرہ دوسرے فرض کفایہ جو کچھ آدمیوں کے ادا کرلینے سے سب کے ذمہ سے ادا ہو جائے۔اور اگر کوئی نہ کریں تو سب گنہگار ہوں جیسے نماز جنازہ کی۔علم فقہ۔اصول اور حدیث پڑھنا یا قرآن شریف حفظ کرنا۔

©https://www.khwajamasanizami.life

واجب: واجب وہ ہے کہ دلیل ظنی سے ثابت ہو یعنی جس میں کچھ شک وشبہ ہو منکر کافر نہیں ہو لیکن نہ کرنے والا فاسق وگمراہ مثال واجب عین کی جیسے نماز وتر وعیدین اور واجب کفایہ جیسے غسل میت اور دفن کرنا اسکا۔

سنت: سنت وہ ہے جس کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ کرامؓ نے کیا ہو یا کرنے کا حکم فرمایا ہو جس کو سنت قولی کہتے ہیں اور جس کو خود کیا ہو اور کرنے کو نہ فرمایا ہو اس کو سنت فعلی اور جس کو کرتے دیکھے اور منع نہ فرمایا اس کو سنت تقریری کہتے ہیں۔ سنت کی دو قسمیں ہیں سنن ہدیٰ اور سنن زواید۔

سنن ہدیٰ وہ ہے کہ عبادات میں مسنون ہو سنن زواید وہ ہے کہ عادات وغیرہ میں مشروع ہو جیسے آداب کھانے پینے کے۔ سنن ہدیٰ دو قسم پر ہے ایک موکدہ وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اس فعل کو کیا ہے اور کبھی ترک بھی کیا ہے اور حکم اس کا یہ ہے کہ تارک اس کا مستحق عذاب الٰہی کا ہوگا جیسے جماعت اذان اقامت وسنت فجر وغیرہ۔

دوسرے سنت غیر موکدہ وہ یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ثواب اس کا بیان فرمایا ہو اور آپ نے کبھی کیا ہو اور کبھی نہ کیا ہو یا کسی کے کرنے پر راضی ہوئے ہوں یہ مثل نفل ومستحب کے ہے کہ کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرے تو عذاب نہیں ہے۔ جیسے رکوع اور سجود میں طول دینا وغیرہ اور اسی کو سنت مستحبہ بھی کہتے ہیں۔ اور اطلاق مستحب کا بزرگان دین کے فعل پر بھی آیا ہے۔ مستحب وہ ہے کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی کیا ہو اور صحابہ کرامؓ تابعینؒ اور علماء کرامؒ نے اسے اچھا سمجھا ہو کرنے والے کو ثواب ہے تارک پر کچھ عذاب نہیں۔ جیسے عصر کی سنت۔

سنت کفایہ: سنت کفایہ جیسے اعتکاف اخیر عشرہ رمضان شریف۔

مباح: مباح وہ ہے کہ اس کے کرنے کا ثواب اور نہ اس کے کرنے سے عذاب جیسے اچھا کھانا پہننا وغیرہ۔

نفل: نفل وہ ہے کہ جس کے کرنے کی اجازت شارع کی طرف سے بلاتعین زمان مکان اور مقدار کے ہو اور اس کے فاعل کو ثواب ہے اور تارک کو کچھ گناہ نہیں۔

(نوٹ: جو چیز فرض اس کا جاننا فرض جو واجب اس کا جاننا واجب اور جو سنت اسکا جاننا سنت۔)

حلال: حلال وہ ہے کہ جس کی حرمت یا کراہت پر کوئی دلیل نہ ہو بلکہ بعض اوقات اس کی حلت پر کوئی دلیل وارد ہوئی ہو جیسے حلال ہونا غیر محرمات کا نکاح سے۔ حلال کا اطلاق فرض وواجب پر بھی ہوتا ہے مباح کا نہیں ہے۔

حرام: حرام وہ ہے جس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو نہ کرنا اس کا ثواب اور کرنے والا اس کا فاسق اور عذاب کا مستحق اور اس کا حلال جاننا بالاتفاق کفر ہے۔ جیسے زنا کرنا۔ سود کھانا۔ شراب پینا۔ جوا کھیلنا وغیرہ۔

مکروہ: مکروہ ہو ہے جس کا نہ کرنا اُس کے کرنے سے افضل واعلیٰ ہے اس کی دو قسمیں ہیں مکروہ تحریمی وتنزیہی۔

مکروہ تحریمی: مکروہ تحریمی وہ ہے جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر نہیں مگر کرنیوالا اس کا گنہگار

مکروہ تنزیہی: مکروہ تنزیہی وہ ہے کہ جس سے بچنا بہتر اور ثواب ہے۔

مفسد: مفسد وہ کہ جو عمل شرعی کو بگاڑتا ہے اور اگر اس کو قصداً

©https://www.khwajahasanizami.life

کرے تو موجب عذاب ہے اور اس عمل کو باطل کرتا ہے۔

(نوٹ) حرام ضد فرض کا۔ مکروہ تحریمی کبیر بمقالہ واجب مکروہ تنزیہی یا صغیر بمقابلہ سنت غیر موکدہ۔ برائیاں، بمقابلہ سنت موکدہ اور ترک اولیٰ کی ضد مستحب مندوب ہے اور مباح تنہا ہے کہ اس کا کرنا نہ کرنا مساوی ہے۔

ختم

☆☆☆☆☆☆☆

جب یہ رسالہ لکھا جاچکا تو ایک اور تحریر مولانا زاہد القادری صاحب نے لکھ کر دی، جو عقائد اسلام سے تعلق رکھتی ہے۔ میں ان کو بھی درست کرنے کے بعد اس رسالہ کے آخر میں شریک کر دیتا ہوں، تاکہ جو مسائل اس رسالے میں اچھی طرح سمجھ میں نہ آئے ہوں وہ اس آخری ضمیمہ سے صاف ہو جائیں اور مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکے۔ اگرچہ ضمیمہ میں بھی وہی مسائل ہیں جن کا بیان ہو چکا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات وقت ضائع کرنے کی نہیں ہوگی، بلکہ مکرر پڑھنے سے مسائل اور اچھی طرح یاد ہو جائیں گے۔

میری درخواست ہے کہ پڑھے لکھے مسلمان ناواقف مسلمانوں کو یہ مسائل اچھی طرح سمجھا سمجھا کر سنایا کریں کہ اس رسالہ کی اشاعت کا یہی مقصد ہے کہ ناواقف مسلمان اسلام کے ضروری عقائد سے آگاہ ہوں اور مرتد کرنیوالے حریفوں کا اپنی ناواقفیت کے سبب شکار نہ ہوسکیں (حسن نظامیؒ)

دوستو راساسی نومسلم دارالاقامہ پرتاب گڑھ (اودھ)

چونکہ ابھی تک نومسلمین کی فہیم مذہبی و ذرائع معاش وغیرہ کا کسی انجمن نے بخوبی انتظام نہیں کیا ہے اس لیے یہ نومسلم دارالاقامہ بغرض تبلیغ و تحفظ و اصلاح نومسلمین قائم کیا جاتا ہے۔ جو بنک کے سود کے روپیہ سے چلایا جاوے گا۔

نام:۱) اس کا نام نومسلم دارالاقامہ ہوگا۔

۲) فی الحال صدر دارالاقامہ پرتاب گڑھ (اودھ) میں کھولا جاتا ہے اس کی شاخیں ہندوستان کے ہر صوبہ میں حسب ضرورت قائم کی جائے گی۔

اغراض و مقاصد:۳) اس میں خاص کر نومسلمین کی دینی، اخلاقی، عقلی، جسمی، تعلیمی، اجتماعی و اقتصادی بہبودی و سعادت کے لیے کوشش کی جاوئے گی۔

ذرائع تکمیل:۴) (الف) بنک کے سود کے روپیہ سے یہ نومسلم دارالاقامہ چلایا جائے گا۔ (ب) اوقاف۔ (ج) زکوٰۃ و صدقات۔

محمد ریاست علی خاں ککہر نظامی۔
کوٹی منتظم اعلیٰ نومسلم دارالاقامہ پرتاب گڑھ (اودھ)

ضمیمہ رسالہ

اسلام کے ضروری عقائد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام: ''اسلام'' کے پانچ ارکان ہیں جو ہر مسلمان کو یاد رکھنے ضروری ہیں۔

اوّل: ''کلمہ شہادت'' کو صدق دل سے پڑھنا اور معنی سمجھنا اور سات چیزوں پر ایمان لانا۔

© https://www.khwajahasanizamilife

دوّم: ''نماز'' رات ردن میں اور پانچ وقت کی پڑھنا۔ فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشا۔

سوم: سال بھر میں ایک مہینے کے ''روزے'' رکھنا اور وہ مہینہ رمضان کا ہے۔

چہارم: سال میں ایک مرتبہ اپنے مال میں سے چالیسواں حصہ ''زکوٰۃ'' دینا۔

پنجم: اگر مقدور ہو تو تمام عمر میں ایک مرتبہ کعبہ شریف کا ''حج'' کرنا۔

یہ پانچ چیزیں خدا تعالیٰ نے ہر مسلمان عاقل اور بالغ پر فرض کی ہیں۔

وہ سات چیزیں جن پر ہر مسلمان کو ایمان لانا ضروری ہے یہ ہیں:

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلَآئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتُ ۔

ترجمہ: ایمان لایا میں ''اللہ'' پر اور اللہ کے ''فرشتوں'' پر اور اللہ کی ''کتابوں'' پر اور اللہ کے ''رسولوں'' پر اور ''قیامت کے دن'' پر اور تقدیر کی ''بھلائی اور برائی'' پر کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے اور ''مرنے کے بعد پھر زندہ ہونے'' پر۔

کلمہ شریف

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس کے بندے ہیں اور اُس کے رسول ہیں۔

ایمان کی تعلیم

سوال: ایمان کسے کہتے ہیں؟

جواب: پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ خدا کی طرف سے لائے اُسے دل سے سچ جاننا اور زبان سے اُس کی سچائی کا اقرار کرنا۔

سوال: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے کیا معنی ہیں؟

جواب: خدا پر ایمان لانے کے یہ معنی ہیں کہ اُس کے ہونے کا یقین کیا جائے زبان سے اقرار اور قلب سے تصدیق کی جائے کہ بے شک وہ زمین و آسمان کا خالق ہے۔ اس کے بعد اس کی وحدانیت پر یقین کیا جائے کہ بلا شبہ وہ واحد و یکتا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں وہ بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں، تمام مخلوق کو اُسی نے پیدا کیا ہے۔ اور ہر جاندار کو وہی رزق عطا فرماتا ہے، ہر بات پر اُس کو قدرت حاصل ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے، اُس کی مشیّت میں کسی کو دخل نہیں ہے۔ وہ بے مثل ہے، بے جسم ہے، ہاتھ پاؤں، آنکھ، ناک وغیرہ سے منّزا ہے، لیکن سب کچھ دیکھتا ہے اور سب کچھ سُنتا ہے اور خود اس کو کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ نہ آسمانوں میں رہتا ہے نہ زمینوں میں، بلکہ ہر جگہ موجود ہے۔ دنیا میں اُس کو دیکھنے کی کسی کی مجال نہیں، ہاں قیامت کے دن چشم بصیرت رکھنے والے اسکا جلوہ دیکھیں گے۔ اس کا دنیا میں نظر نہ آنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ بہت سی چیزیں ہیں جن کے وجود کا ہر ذی عقل کو قرار ہے لیکن نظر نہیں آتیں۔ مثلاً ''ہوا'' ہے، کسی کو نظر نہیں آتی۔ ''روح'' ہے

© https://www.khwajaasaanizami.life

اور اس کا تسلط تمام جسم پر ہے، لیکن کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ اللہ تعالیٰ کا تسلّط بھی تمام زمین و آسمان میں ہے، وہ ہر جگہ موجود ہے۔ لیکن نظر نہیں آتا۔ یہ مسلمان کو دلی یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں تمام صفات کمالیہ بدرجہ اتم موجود ہیں اور اس کی ذات تمام نقائص وعیوب سے پاک ہے۔ اس کا قیام خاص اس کی ذات سے ہے، حیات، علم، قدرت، ارادہ سماعت، بصارت اور تکلّم ہر قسم کی قوتیں اس کو حاصل ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔ خدا کی ذات تمام مخلوقات سے ممتاز ہے، جب کچھ نہ تھا تب بھی وہ موجود تھا اور جب کچھ نہ رہے گا تب بھی وہ موجود رہے گا۔ خدا تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا، نہ وہ کیسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا ہے، خدا کا علم اور اس کی قدرت اور اس کا ارادہ اور اس کی حیات اور اس کا سُننا، اور دیکھنا اور کلام کرنا ہمارے علم اور ہماری طاقت اور ہمارے ارادے، ہماری حیات اور ہمارے سننے دیکھنے اور کلام کے مشابہ نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی صفات اور بندوں کی صفات میں بہت بڑا برق ہے۔ خدا کے افعال، مخلوقات کے افعال سے بالکل مشابہت نہیں رکھتے خدا تعالیٰ سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں وہ بغیر واسطہ اور بغیر اعضاء، اور بغیر امداد اوزاروں کے وقوع میں آتے ہیں، خدا تعالیٰ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے فقط لفظ ''کُن'' کہہ دینے سے وہ پردۂ عدم سے وجود میں آجاتی ہے، علاوہ ازیں خدا تعالیٰ جو کسی شئے کو موجود کرتا ہے اس کی طرف اس کو احتیاج نہیں ہوتی بلکہ محض اپنی قدرت کاملہ کے اظہار کے لیے وہ کسی کو موجود یا معدوم کرتا ہے۔ خدا کا کوئی کام بے فائدہ نہیں ہوتا اس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ حکیم ہے۔

خدا کی حیات ہماری جیسی زندگانی نہیں ہے۔ ہماری زندگی تو بہت سے وسطوں پر موقوف ہے۔ جیسے کہ خون کا دوران ارسانس کی آمد و رفت اور کھانے پینے کی ضرورت وغیرہ۔ خدا تعالیٰ کی زندگی کسی واسطہ پر موقوف نہیں ہے اس کی زندگی قائم اور باقی ہے۔ وہ ازلی وابدی زندہ ہے۔

خدا تعالیٰ کا کوئی نظیر و مثیل اور کوئی مقابل نہیں کیونکہ اگر عالم میں دو خدا ہوتے تو یہ عالم کا کارخانہ کبھی کا درہم برہم ہو جاتا، وہ خود مختار ایک عالم میں نہیں ہو سکتے، اور جو دوسرا تابع ہو وہ خدا ہونے کے لائق نہیں۔

سوال: کیا خدا تمام چیزوں کو بہ اعتبار ظاہر و باطن کے جانتا ہے؟

جواب: ہاں بے شک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے اور وہ تمام اشیاء کو باعتبار ظاہر اور باطن کے جانتا ہے وہ ریت کے تمام ذرّوں اور بارش کے تمام قطروں اور درختوں کے تمام پتّوں اور ان کے رگ وریشہ تک کو جانتا ہے۔ اور ہر ایک پوشیدہ و مخفی چیز سے واقف ہے۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، اور اس کا علم نیا نہیں ہے بلکہ دونوں عالم کی تمام اشیاء کو ان کے وجود سے بیشتر جانتا ہے۔

سوال: کیا خدا تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے، اور کوئی بڑے سے بڑا کام اُس کی قدرت سے باہر نہیں؟

جواب: بلاشک اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔ اور اس کی قدرت کے سامنے چیونٹی سے لیکر ہاتھی تک اور ذرّہ سے لیکر پہاڑ تک کا پیدا کرنا برابر ہے اور وہ لحظہ بھر میں تمام آسمانوں اور زمینوں کی مانند پیدا کر دینے پر قدرت رکھتا ہے۔ ایسے ہی وہ ایک لمحہ میں تمام آسمانوں اور زمینوں کے درہم برہم کر دینے پر قادر ہے۔

سوال: کیا کوئی چیز بغیر خدا کے ارادے کے وقوع میں نہیں آتی؟

جواب: ہاں کوئی شئے بغیر اُس کے ارادے کے وقوع میں

نہیں آسکتی۔جس چیز کا وہ ارادہ کرتا ہے وہ ہوجاتی ہے۔اور جس کا وہ ارادہ نہ کرے اُس چیز کا ہونا کسی طرح ممکن نہیں۔

سوال: کیا اللہ ہر ایک کی بات سنتا ہے؟

جواب: بے شک وہ سمیع ہے۔ہر ایک کی سنتا ہے،خواہ وہ پکار کر کہے یا پوشیدہ طور پر کہے۔وہ صاف پتھر پر چیونٹی کے چلنے کی آواز کو سُنتا ہے۔لیکن اُس کا سننا مثل ہمارے سننے کی نہیں کیونکہ ہمارا سننا کان کے ذریعہ سے ہے اور اُس کا سننا کسی وسیلہ پر موقوف نہیں مگر اس کی حقیقت کا علم اسی کی ذات کو ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کو دیکھتا ہے؟

جواب: ہاں وہ ہر ایک چیز کو دیکھتا ہے حتیٰ کہ اندھیری رات میں سیاہ چیونٹی چلتی ہے یا اس سے بھی کوئی چھوٹی چیز ہو تو وہ اس کو بھی دیکھتا ہے۔زمین کے اوپر یا نیچے آسمانوں پر یا اُن سے علاوہ کوئی چیز ہو اس سے مخفی نہیں۔لیکن اس کا دیکھنا ہمارے جیسا دیکھنا نہیں کیونکہ ہمارا دیکھنا آنکھ کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ اس سے پاک ہے۔

سوال: کیا خدا کلام بھی کرتا ہے؟

جواب: خدا کے کلام کی نسبت ہمارا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ یعنی کلام کرنے والا ہے۔لیکن اُس کا کلام ہمارے جیسا نہیں۔کیونکہ ہمارا کلام بواسطہ دہن وزبان اور لبوں کے ہے۔اور خدا تعالیٰ کا کلام بغیر ان آلات کے ہے اور اس کا کلام غیر مخلوق ہے،اور ہمارا کلام مخلوق یعنی اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

سوال: جن صفتوں سے خدا کا متصّف ہونا محال ہے وہ کیا ہیں؟

جواب: وہ یہ ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کبھی بٹ نہیں سکتا۔اس کو فنا نہیں۔وہ کسی کا محتاج نہیں ہوسکتا۔کوئی اُس کی ذات وصفات میں شریک نہیں ہوسکتا۔وہ عاجز نہیں ہے۔انجان نہیں ہے۔وہ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔غرض کہ وہ تمام صفات نقصان سے پاک ہے۔

سوال: خدا تعالیٰ کو انسان کی کن باتوں پر تصرف حاصل ہے؟

جواب: خدا کو انسان کی تمام باتوں پر تصرف حاصل ہے۔مخلوقات کی حالت میں جس قدر تغیر وتبدل ہوتا ہے وہ سب منجانب اللہ ہوتا ہے۔مثلاً انسان کا غنی ہونا۔فقیر ہونا۔معزز ہونا یا ذلیل ہونا۔تندرست ہونا۔یا بیمار ہونا۔جاہل ہونا یا عالم ہونا وغیرہ۔

سوال: فرشتوں پر ایمان لانے کے کیا معنی ہیں؟

جواب: یہ کہ تمام فرشتے لطیف الجسم ہیں،اور نور سے ان کی پیدائش ہے۔نہ وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں،نہ اُن میں علامت مرد اور عورت ہونے کی ہے۔وہ خدا کے معزز بندے ہیں جو اُن کو خدا تعالیٰ کا حکم پہنچتا ہے اُس میں نافرمانی نہیں کرتے بلکہ وہ کرتے ہیں جو اُن کو حکم ملت اہے۔بجز پیغمبروں کے ان کو اصلی صورت پر کوئی نہیں دیکھ سکتا اس لیے کہ وہ لطیف الجسم ہیں۔ذرا اس بات پر غور کرو کہ ''ہوا'' اُن سے کہیں کثیف الجسم ہو لیکن ہماری نظر ہوا کے دیکھنے سے بھی قاصر ہے۔بلکہ پانی کے کیڑے جو بہت چھوٹے ہوتے ہیں وہ بھی ہم کو نظر نہیں آتے۔

سوال: فرشتوں کی تعداد کتنی ہے؟

جواب: فرشتوں کی تعداد خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔انسان کیا جان سکتا ہے۔انسان کو تو اپنے بدن کے رونگٹوں کی تعداد بھی

© https://www.khwajahasanizami.life

معلوم نہیں۔حالانکہ وہ ہر وقت ان کو دیکھتا ہے۔

سوال: فرشتوں کو کیا کیا خدمتیں سُپرد ہیں اور وہ کیا کیا کام کرتے ہیں؟

جواب: بعض فرشتوں کو تو پیغام رسانی کی خدمت سپرد ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کو وقتاً فوقتاً پیغامات پہنچاتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور بعض فرشتے بندوں کی حفاظت کا کام انجام دیتے ہیں۔ اور بعض فرشتے خدا کے بندوں کے اعمال لکھنے پر مامور ہیں۔ اور بعض جنت اور اس کی نعمتوں پر مقرر ہیں، اور بعض دوزخ اور اس کے عذاب پر متین ہیں۔ اور بعض صرف تسبیح و تہلیل اور تکبیر وتحمید میں مصروف رہتے ہیں۔

سوال: آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کے کیا معنی ہیں؟

جواب: آسمانی کتابوں سے مراد وہ تمام کتابیں ہیں اور صحائف ہیں جن کو اللہ نے نازل کیا ہے۔ مثلاً ''قرآن مجید'' کہ جو ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور جس میں اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں، اور توریت، زبور، انجیل اور وہ تمام صحائف جو مختلف پیغمبروں پر نازل ہوئے، ان کے متعلق یقین کرنا چاہیئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو پیغمبروں پر نازل فرمایا تاکہ لوگ ہدایت حاصل کریں۔

سوال: توریت، زبور، انجیل کے متعلق کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے؟

جواب: توریت، زبور، انجیل کے جو اصلی نسخے ہیں وہ بے شکل اللہ کے نازل کئے ہوئے ہیں۔ لیکن آج کل جو اہلِ کتاب فرقوں کے پاس نسخے پائے جاتے ہیں وہ محرف ہیں اور خود غرض لوگوں نے ان میں بہت کچھ تحریف کر دی ہے۔ یعنی گھٹا بڑھا دیا ہے۔

سوال: نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟

جواب: ''نبی'' کی تعریف یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو صراطِ مستقیم پر قائم فرما کر اپنی رضامندی اور ناراضگی کے کاموں پر مطلع فرمائے، اگرچہ اُس کو یہ حکم نہ ہو کہ یہ باتیں تم دوسروں کو بھی پہنچاؤ، اگر دوسروں کو ہدایت کرنے کا حکم بھی ملا تو نئی کتاب اور نئی شریعت عطا نہیں فرمائی بلکہ کسی رسول کے پیروی اور اتباعِ شریعت کا حکم دیا گیا۔

رسول: ''رسول'' کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو شریعت عطا فرماتا ہے اور اُس پر جدید احکام نازل فرماتا ہے، دوسروں کو عذابِ آخرت سے ڈرانا اور راہِ راست بتلانا اس کا فرض ہوتا ہے۔ ہر رسول کو نبی (خبر پہنچانے والا) کہہ سکتے ہیں لیکن ہر نبی کو رسول نہیں کہہ سکتے۔

سوال: پیغمبروں پر کون کون سے امور واجب ہوتے ہیں؟

جواب: اُن پر جو امور واجب ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:

اوّل ''صدق''، دوم ''امانت''، سوم ''تبلیغ''، چہارم ''فطانت''، نبیوں کے حق میں ''صدق'' کے یہ معنی ہیں کہ اُن کا خبر دینا مطابق واقع کے ہو۔ ان سے ہرگز ہرگز یہ ممکن نہیں کہ اُن کی کوئی خبر امور دینی یا دنیوی میں کیسی ہی ہو وہ غیر مطابق واقع کے ہو۔ ان کے بارے میں ''امانت'' کے یہ معنی ہیں کہ اُن کا ظاہر و باطن بہمہ وجوہ اس امر سے محفوظ ہو کہ اُن سے کوئی قول یا فعل اپنی ذاتی خواہش سے سرزد ہو، بلکہ جو کچھ ان کو خدا کی طرف سے حکم ہوتا ہے۔ وہی حکم کہتے ہیں اور کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کو اپنی تمام مخلوقات میں پسند فرمایا ہے، اور اُن کے باب میں ''تبلیغ'' کے یہ معنی ہیں کہ جس حکم کو خدا تعالیٰ نے

© https://www.khwajaimsamruzamlife

ان کو پہنچانے کی غرض سے دیا ہو اس کو وہ نہایت صاف طور سے پہنچائیں، گو کیسی ہی مخالفت کی آگ بھڑک جانے کا اندیشہ ہو۔ کتمان کو تبلیغ میں وہ بالکل راہ نہیں دیتے۔ اُن میں ''فطانت'' کے یہ معنی ہیں کہ وہ لوگ باعتبار اپنی پیدائش کے بڑے دانا اور نہایت سمجھدار اور تیز ہوش ہونے میں سب سے زیادہ اعلیٰ درجہ پر ہوں چنانچہ تمام انبیاء علیہم السلام ان ہی صفات جمیلہ سے بدرجہ اتم موصوف تھے۔

سوال: وہ افعال جن کا پیغمبروں میں پایا جانا محال ہے کون کون سے ہیں؟

جواب: وہ یہ ہیں: جھوٹ، خدا کی نافرمانی، حق پوشی، غفلت، علاوہ ان چار چیزوں کے ایسے امور کا ہونا بھی انبیاء میں محال ہے جن کو عرفِ عام میں لوگ معیوب سمجھتے ہیں اگرچہ وہ عنداللہ گناہ نہ ہوں۔ جیسے ذلیل پیشہ یا حقیر نسب اور وہ صفتیں بھی انبیاء میں ہرگز نہ پائی جائینگی جو اُن کے مبعوث ہونے کی حکمت کے خلاف ہوں جیسے گونگا یا بہرا ہونا۔

انبیاء علیہم السلام کے لیے جو لوازماتِ بشریٰ ہیں وہ حاصل ہوتے ہیں جیسے کھانا، پینا، بھوک، پیاس کا احساس، گرمی اور جاڑے کا لگنا اور امراض بدنی کا لاحق ہونا، راحت کا لینا اور تکان کا پیدا ہونا۔ اور تندرستی کا حاصل ہونا۔ سونا، جاگنا، پیشاب، پاخانہ کی ضرورت ہونا۔ تجارت یا کوئی اور پیشہ کرنا جس میں ذلّت اور کمینہ پن نہ ہو کیونکہ انبیاء علیہم السلام بشر ہوتے ہیں، جو چیزیں لوازم بشریت سے ہوں وہ سب اُن میں پائی جائیں گی۔ بشرطیکہ لوازم بشریت میں کوئی امر ایسا نہ ہو جس سے انبیاء علیہم السلام کے مرتبہ کی اہانت ہو یا کوئی برائی اُن کی طرف عائد ہو۔

سوال: جب انبیاء علیہم السلام ہر ایک گناہ اور عیب سے پاک ہوتے ہیں تو پھر ان کو امراض کیوں لاحق ہوتے ہیں؟

جواب: یہ بالکل صحیح ہے کہ انبیاء علیہم السلام بہترین خلائق ہوتے ہیں اور ہر ایک عیب سے ان کا ظاہر و باطن پاک ہوتا ہے۔ مگر ان کو امراض و آلام اس حکمت کی وجہ سے لاحق ہوتے ہیں کہ ان کا استقلال اور ثبات خدا کی فرمانبرداری میں خلقت پر ظاہر ہو اور ان تکالیف کے برداشت کرنے سے ان کے درجات میں ترقی ہو اور ان کے اخلاص مندوں کو مصیبت کے وقت تسکین ہو اور وہ لوگ اس امر کو خوب جان لیں کہ یہ دنیا مصائب اور امتحان کو گھر ہے۔ نیز یہ بھی حکومت ہے کہ ان کے معجزات دیکھ کر ناقص العقل معتقدین ان کو خدا نہ کہنے لگیں۔

بہرحال انبیاء کے متعلق ہمیں یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ وہ تمام اوصافِ جمیلہ سے متصف اور تمام افعال و اقوال ذمیمہ سے پاک ہیں اور عوارضِ بشریہ ان کو بھی لاحق ہوتے ہیں۔

تمام انبیاء اصولِ دین میں متفق ہوتے ہیں آپس میں مختلف نہیں ہوتے۔ مثلاً توحید، عبادت الٰہی، دنیا سے بے رغبتی، آخرت کی جزا و سزا کو ہر ایک نبی بیان کرتا چلا آیا ہے۔ اور کچھ جزوی اختلاف شریعتوں کے بعض احکام میں ہے، وہ بہ سبب مصلحت اوقات، اور بوجہ اختلاف اقوالِ اقوام ہوتا ہے۔ کیونکہ دین ایک اصل چیز ہے اس میں اختلاف کا ہونا بالکل ممکن نہیں اور احکام شرعیہ اس کی فروعات ہیں۔ اس میں بہ سبب اقتضاء مصلحت و حکمت خداوندی اختلاف ممکن ہے۔ کیونکہ ہر نبی کی اُمت کا زمانہ جُدا تھا اور اُس زمانہ کے لوگوں کی عادتیں اور طبیعتیں جدا تھیں اس لیے اختلاف کا ہونا کچھ قابل تعجب نہیں ہے۔

سوال: ہمارحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا کیا خصوصیتیں ہیں؟

جواب: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات یہ ہیں کہ: آپ تمام پیغمبروں سے افضل ہیں۔ اور آپ ﷺ کی رسالت کسی محدود طبقہ کیلئے نہیں ہے بلکہ تمام دنیا کے لیے ہے۔ آپ ﷺ خاتم الانبیا ہیں۔ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔

سوال: ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء کیوں ہوئے؟

جواب: خاتم الانبیاء اس وجہ سے ہوئے کہ آپ کی شریعت میں وہ تمام امور اعلیٰ مرتبہ پر پائے جاتے ہیں کہ جن پر خلقت کی ہدایت کا دارومدار ہے۔ رسولوں کے بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہے کہ وہ خلقت کو خالق کی عبادت کی طرف بلائیں اور امورِ معاش و معاد کی اصلاح کی ہدایت فرمائیں اور جو امور ان کی ظاہری نظروں سے پوشیدہ ہیں یا ان کی فکروں سے بالاتر ہیں اُن سے مطلع فرمائیں۔ اور خدا کی وحدانیت اور اس کی تخیلائی اور اس کی عبادت اور بندگی کے استحقاق کو ایسے پُرزور دلائل اور اعلیٰ پایہ کی حجتوں سے ثابت کردیں کہ اس میں کسی کو کسی طرح کا شک وشبہ باقی نہ رہے۔ قبول اسلام میں بجز عناد طبعی کے اور کوئی امر مانع نہ ہو۔ چونکہ یہ تمام امور ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت میں بدرجۂ اکمل موجود تھے، اس لئے آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ کیونکی آپ کی شریعت میں ہر زمانہ اور ہر قوم کی ہدایت اور کفالت موجود ہے اسی لیے آپ کی رسالت عام ہے اور آپ باعتبار اپنی خلقت اور اخلاق کے تمام مخلوقات سے بالاتر ہیں، اور نیز آپ کی شریعت تمام شریعتوں سے باعتبار کمال اور جامعیت کے فائق تر ہے۔

اِن تمام وجوہ کی بنا پر جو بیان کیے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "خاتم الانبیاء" ہوئے۔

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قریب قیامت کے دنیا میں آنا اسلامی عقائد میں داخل ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کیونکر ہوئے؟

جواب: ہاں اگر چہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر وقت میں آسمان سے نزول فرمائیں گے لیکن تاہم وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہوں گے، کیونکہ اُن کی شریعت اُن کے وقت گزرنے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے سے منسوخ ہو چکی ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے اس وقت کی مصلحت کے لحاظ سے بھیجی تھی اب اس حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے حضرت کے بطور خلیفہ کے ہوں گے، جو شریعت محمدی ﷺ پر لوگوں کو چلائیں گے۔ پس اِس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی "خاتم الانبیاء" ٹھہرے۔

سوال: روز قیامت پر ایمان لانے کے کیا معنی ہیں؟

جواب: روزِ قیامت پر ایمان لانے کے یہ معنی ہیں کہ اس بات پر دل سے یقین رکھے کہ ایک روز جزا اور سزا کا ضرور آئے گا اور جو جو چیزیں اعمالِ دنیوی کی جزا اور سزا کے متعلق قرآنِ مجید یا احادیث میں مذکور ہیں وہ سب حق ہین۔ آخرت کی نسبت یہ عقائد ضروری ہیں کہ سب سے اوّل بعد مرنے کے قبر میں منکر نکیر سوال و جواب کرینگے ان کو ٹھیک جواب دینے سے قبر میں ہر طرح کا آرام ملے گا، اور ٹھیک جواب نہ دینے سے طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار ہوگا۔ پھر محشر میں

© https://www.khwajahasannizami.in

ہر ایک شخص اپنے بدن سمیت اُٹھے گا اور دنیوی اعمال کا حساب ہوگا، اور میزان عدل میں اعمال تولے جائیں گے، نیک آدمیوں کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال دیے جائیں گے اور بدکاروں کے بائیں ہاتھ میں، اور پُل صراط پر سب کو گزرنا ہوگا۔ ایمان والے جنت میں داخل ہوں گے اور کافر دوزخ میں جھونکے جائیں گے۔

جب آدمی قبر میں رکھا جائے گا تو اس کی روح بدن میں بحکم الٰہی واپس آجائے گی جس سے وہ بات سمجھ سکے۔ اور جواب دے سکے، اس کے بعد دو فرشتے جن کا نام منکر نکیر ہے نہایت مہیب شکل کے قبر میں آئیں گے۔ اور مردہ کو بٹھا کر خدا کی ذات اور دین برحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت سوال کریں گے اور جو احکام حق تعالیٰ نے بندوں پر فرض کئے ہیں ان کے ادا کرنے کی نسبت پوچھیں گے، اگر یہ شخص مومن تھا اور دنیا میں احکامِ الٰہی بجالاتا تھا تو توفیق الٰہی سے جملہ سوالات کے جوابات برجستہ دے گا اور اس کے دل پر منکر نکیر کا بالکل خوف طاری نہ ہوگا اور نورِ ایمان کے سبب اس کو کسی قسم کا اضطراب نہ ہوگا۔ جبکہ وہ توفیق الٰہی سے پورے پورے جوابات دے چکے گا اُس وقت اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں سے پردہ اُٹھا دے گا۔ تب اس کو حور و قصور نظر آنے لگیں گے اور جنت کی طرف ایک دریچی کھول دی جائے گی جس میں طرح طرح کی خوشبوئیں اور روح افزا ہوائیں آنے لگیں گی۔ اس وقت اس سے کہا جائے گا کہ یہ نعمت و راحت تم کو اس لئے دی گئی ہے کہ جو کہ تم دنیا میں صراط مستقیم پر قائم رہے تھے اور نیک کام کرتے تھے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا خیال رکھتے تھے۔ اور اگر یہ شخص دنیا میں کافر تھا یا منافق تھا تو منکر نکیر سے اس قدر خائف ہوگا کہ سب کچھ بھول جائے گا اور کسی سوال کا ٹھیک جواب نہ دے سکے گا۔ ہر سوال کے جواب میں یہی کہے گا کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ اس وقت منکر نکیر اس کی آنکھوں سے پردہ دور کر دینگے۔ تب اس کو جہنم کی آگ نظر آئے گی اور ایک کھڑکی کھول دی جائے گی جس میں سے نہایت گرم ہوا، سخت بدبو کہ جس سے دماغ پھٹ جائے آتی رہے گی اور وہ شخص قیامت تک طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا رہے گا۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ عذاب قبر تجھ کو کفر اور نفاق کی شامت سے اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کرنے سے دیا گیا ہے۔

سوال: اگر کسی شخص کو درندہ پھاڑ کھائے یا دریا میں ڈوب جائے اور دریائی جانور اس کو ریزہ ریزہ کر کے کھا جائیں یا جیسا کہ ہندو مردہ کو جلا کر خاک کر دیتے ہیں ان صورتوں میں کیونکر اس مردہ سے منکر نکیر سوال و جواب کرینگے اور وہ کیسے قیامت میں بیشتر اپنے اعمال کی جزا اور سزا دیکھے گا جو کہ قبر والے دیکھتے ہیں؟

جواب: جو صورتیں بیان کی ہیں بے شک ان صورتوں میں بھی منکر نکیر سوال کریں گے اور مردہ اپنی حالت کے موافق جواب دے گا۔ یا کفر و نفاق کے سبب جواب دینے سے عاجز رہے گا اور جزا اور سزا اپنے اعمال دنیوی کی قیامت سے پہلے بھگتے گا۔ اگرچہ وہ قبر میں نہ ہو، درندوں یا دریائی جانوروں کے پیٹ میں ہو، یا جل کر خاک ہوگیا ہو، خدا تعالیٰ کو ہر طرح قدرت حاصل ہے۔ اس کی قدرت کے احاطہ سے کوئی شخص کسی حال میں باہر نہیں ہوسکتا۔ وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ اس کے علم کے دائرے سے کوئی چیز کبھی نہیں نکل سکتی، درندوں کے پھاڑ کھانے، دریا میں ڈوبنے یا آگ میں جل جانے کی صورتوں میں بھی خدا کے اختیار میں ہے کہ وہ مردے سے بذریعہ منکر نکیر سوال جواب کرائے اور اُس کو جزا اور سزا دے، اگرچہ ہم اس کی

کیفیت کو نہ جان سکیں۔

سوال: جبکہ مردہ کو عذاب قبر ہوتا ہے یا قبر میں ہر طرح کا چین و آرام ملتا ہے تو زندہ آدمی اس کو کیوں نہیں دیکھ سکتے؟

جواب: زندہ آدمی اِس وجہ سے مردے کی حالت کو نہیں دیکھ سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی آنکھوں پر ایک قسم کا پردہ ڈال رکھا ہے۔ تاکہ ان کا ایمان ''بالغیب'' بنا رہے جو کہ خدا کے نزدیک ایک قابل قدر چیز ہے۔ اگر مردہ کی حالت کو زندہ اشخاص دیکھ لیا کرتے تو ہر شخص اس دردناک عذاب کے خوف یا اس لطف و کیفیت کے لالچ سے ایمان لے آیا کرتا اور ''ایمان بالغیب'' جس کا اعلیٰ رتبہ ہے جاتا رہتا۔ اور کھرے کھوٹے اور نیک و بد کی تمیز نہ رہتی۔ اور جو کیفیت عبادت و محبت و اخلاص الٰہی کی ایمان بالغیب کی حالت میں ہوتی ہے وہ باقی نہ رہتی۔ قبر کے عذاب یا اس میں چین و آرام حاصل ہونے اور اُس کے پاس والے کو خبر تک نہ ہونے کی ایک نہایت عام فہم مثال یہ ہے کہ جب آدمی سوتا ہے اور خواب کی حالت میں کبھی باغوں کی سیر کرتا ہے اور طرح طرح کے لطف اُٹھاتا ہے اور نہایت محفوظ و مسرور ہوتا ہے یا کسی وقت اپنے آپ کو کسی سخت مصیبت میں مبتلا دیکھتا ہے اور تکلیفوں سے گھبرا کر چیختا چلّاتا ہے تو ان حالتوں میں اس کے پاس بیٹھے ہوئے یا لیٹے ہوئے آدمی کو مطلق خبر نہیں ہوتی پس اسی طرح مردہ پر جو حالات گزرتے ہیں زندوں کو ان کا حال معلوم نہیں ہوتا۔

سوال: ''حشر اجساد'' یعنی قیامت کے دن بدن سمیت آدمیوں کو اُٹھنے کے متعلق کیا اعتقاد رکھنا چاہئے؟

جواب: اس کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ مرنے کے بعد سب لوگوں کو خدا تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا جیسا کہ اس نے پہلی بار کیا ہے، پس تمام آدمی اپنی اپنی قبروں سے اُٹھ کھڑے ہوں گے اور ایک میدانِ خاص میں جمع ہوں گے اس مقام کا نام موقف ہے حق سبحان تعالیٰ میدان حشر میں ہر ایک شخص سے زندگی بھر کا حساب لے گا اور جو کچھ اس نے بُرا یا بھلا اپنی زندگی میں کیا ہے اس کا اقرار لے گا اور جو لوگ کہ اپنے افعالِ ناشائستہ سے انکار کرینگے اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء سے گواہی دلوائے گا۔ اس حالت میں اُن پر حجت قائم ہو جائے گی اور کسی عذر کا موقع ان کو نہ رہے گا۔ محشر میں ہر شخص اپنی ذرہ بھر بھلائی اور ذرہ برابر برائی کو جو کہ اس نے دنیا میں کی ہوگی دیکھ لے گا۔ کسی کے ساتھ بالکل ناانصافی نہ ہوگی۔ جس وقت اللہ تعالیٰ لوگوں کے حساب لے چکے گا اور ان کے افعال پر اُن سے اقرار کرالے گا اس وقت ان کے اعمال میزانِ عدل میں تولے جائیں گے تاکہ ہر شخص کو اپنے اعمل کی مقدار معلوم ہو جائے۔ پس جس کسی کو نیکیوں کا پلّہ بُرائیوں سے بڑھا رہے گا اُس کا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ شخص بڑی کامیابی کو پہنچے گا، اور جس کسی کا پلّہ برائیوں کی طرف جھکے گا اس کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا۔ وہ شخص نہایت خسارہ میں رہے گا اور طرح طرح کے سخت عذابوں میں مبتلا کیا جائے گا۔

نہایت صحیح صحیح روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ سوائے انبیاء، شہدا اور صدیقین کے سب لوگوں سے حساب لیا جائے گا اور سب سے باز پرس ہوگی۔

سوال: پرصراط کا حال بتلایئے کہ وہ کیا چیز ہے؟

جواب: پل صراط ایک لمبا پُل ہے جو بال سے زیادہ

باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ قیامت کے دن وہ جہنم کے اوپر رکھا جائے گا تاکہ تمام آدمی اُس کے اوپر سے گزریں۔ مومنین اور صالحین کے قدم تو اُس پر جمیں گے اور یہ لوگ اس پل کے ذریعہ سے جنت میں پہنچیں گے۔ بعض نہایت تیزی سے گزر جائیں گے اور بعض آہستہ آہستہ چل کر جنت میں داخل ہوں گے، اور کافروں اور منافقوں کے قدم اُس پر لڑکھڑائیں گے اور وہ جہنم میں کٹ کر گر جائیں گے۔ مسلمانوں کو ایسے باریک پُل پر سے گزر جانا کچھ بعید از عقل نہیں ہے۔ جو قادر مطلق اپنی قدرت کاملہ سے پرندوں کو ہوا میں اُڑاتا ہے وہی اپنے بندوں کو اس نازک پُل پر سے بآسانی گزار دے گا۔

سوال: شفاعت کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہئے؟

جواب: شفاعت کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام، اولیائے کرام اور علمائے صالحین اور شہدائے عظام گنہگار مسلمانوں کے لئے سفارش کریں گے لیکن جن کے حق میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اجازت مل جائے گی صرف انہی کے لئے بارگاہ الٰہی میں عرض کر سکیں گے۔ بغیر اجازت کسی کے لئے سفارش نہ ہوگی۔

سوال: جن لوگوں کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے کیا اُن کی بھی سفارش ہو سکے گی؟

جواب: ہرگز نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو بھی کسی کافر کی سفارش کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا۔

سوال: حوضِ کوثر کیا چیز ہے؟

جواب: کوثر جنت میں ایک حوض ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ جو کوئی اس کا ایک گھونٹ پی لے گا۔ پھر کبھی اس کا پیاس نہ لگے گی۔ بعد کو جو اہل جنّت مختلف نہروں کا پانی پیا کریں گے وہ محض لذت حاصل کرنے کی غرض سے پیا کریں گے۔

سوال: حساب و کتاب کے بعد گنہگار مسلمان کس حال میں رہیں گے؟

جواب: اللہ کے صالح بندے تو حساب و کتاب سے فارغ ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنّت میں چلے جائیں گے اور بے انتہا نعمتوں سے مستفید ہوں گے۔ منافق اور کافر ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے اور طرح طرح کے دردناک عذابوں میں گرفتار رہیں گے۔ منافق چونکہ علاوہ اصلی کافر ہونے کے مسلمانوں کے ساتھ دھوکا دہی سے پیش آتے رہے اس وجہ سے وہ جہنم کے نیچے کے طبقے میں داخل ہوں گے۔ جن میں سب طبقات سے زیادہ سخت عذاب ہے۔ گنہگار مومن کی حساب و کتاب کے بعد یہ حالت ہوگی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے فضل و کرم سے یا کسی کی سفارش سے بخش دیا تب تو وہ اُسی وقت جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اور ہمیشہ کے لئے وہیں ناز و نعم میں رہے گا۔ اور اگر خدانخواستہ اس کو معافی نہ دی گئی تو وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر آخر کار جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہوگا۔ غرض کہ گنہگار مومن بغرض تزکیہ و تصفیہ دوزخ میں جائے گا جیسے کہ چاندی یا سونے کو نکھارنے کی غرض سے ''کٹھالی'' میں تاؤ دیتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہر شخص جنت میں اپنے آپ کو آتش ریاضت و مجاہدہ سے نکھار لے تاکہ وہاں نوبت نہ آئے۔

سوال: جنت کی تعریف کیا ہے؟

جواب: نیک آدمیوں کے لئے جنّت ایک نعمت والا گھر

ہے جس کی نعمتیں اور راحتیں ابدی ہیں۔ وہ ایسا گھر ہے جس میں ہر قسم کی پسندیدہ چیزیں جن سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو مسرت حاصل ہو موجود ہیں۔ اور اس میں وہ نعمتیں ہیں جن کو نہ کسی بشر نے دیکھا نہ سُنا۔ سب سے بڑی نعمت تو "دیدار الٰہی" ہے۔

سوال: جہنم کا بیان بھی کر دیجئے۔

جواب: جہنم ایک ایسا ہولناک مقام ہے کہ جہاں ہزاروں قسم کی مصیبتیں اور تکلیفیں ہیں جس میں نہایت خوفناک آگ روشن ہے۔ اس میں بدکار آدمیوں کو اور کافروں کو اور منافقوں کو داخل کیا جائے گا۔ وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے اور اپنی گمراہیوں پر افسوس کریں گے۔

سوال: ذرا مسئلہ تقدیر کو بھی سمجھا دیجئے۔

جواب: تقدیر کے متعلق یقین رکھنا چاہئے کہ بندوں کے جملہ افعال خواہ وہ اختیاریہ ہوں یا اضطراریہ مثل کھڑے ہونے اور بیٹھنے، کھانے، پینے اور بھلائی بُرائی مثل نماز، روزہ، خیرات اور شرابخوری، زناکاری یا لوگوں کی تکلیف دہی کے یہ سب کچھ خدائے تعالیٰ کے ارادے اور اس کی قدرت سے وقوع میں آتے ہیں اور جملہ امور کو حق تعالیٰ نے ازل میں جان رکھا ہے کہ فلاں شخص سے فلاں وقت فلاں جگہ یہ قول یا یہ فعل سرزد ہوگا۔

سوال: جب بندہ کا ہر ایک فعل خدا کے ارادے اور اسی کی قدرت سے سرزد ہوتا ہے تو پھر بندہ اپنے افعال پر کیونکر جزا اور سزا کا مستحق ہے۔ وہ تو مشیّت اور ارادۂ الٰہی سے مجبور ہے؟

جواب: بندہ اپنے افعال میں ہرگز مجبور نہیں ہے۔ افعال اختیاریہ میں اس کا اختیار ظاہر امر ہے۔ ہاں البتہ جو افعال اضطراریہ ہیں جیسے رعشہ والے شخص کا ہاتھ اور ہول دل والے کا دل لرزتا ہے یا بوڑھے کی گردن بے ساختہ ہلتی ہے۔ ایسی حالتوں میں یہ اشخاص مجبور ہیں لیکن جو افعال کہ انسان اپنے ارادہ اور قدرت سے کرتا ہے اُن میں مجبور نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اختیار اور قدرت عطا فرمائی ہے اور عقل کا ایک ایسا روشن چراغ دیا ہے جس سے وہ ہر ایک بھلائی اور بُرائی کو سمجھ سکتا ہے۔ پس جب وہ اپنے اختیار سے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کام کرے گا، تو ثواب کا مستحق ہوگا اور اگر اس اختیار کو خدا کی نافرمانی میں صرف کریگا تو عذاب میں مبتلا ہوگا۔ یہ مسئلہ ایک مثال سے خوب ظاہر ہو جاتا ہے وہ یہ کہ ہر ایک شخص اپنے دنیوی منافع اور منصوبوں کے حاصل کرنے میں کیسی کچھ سعی کرتا ہے یا تکالیف اور مضرتیں دور کرنے کی باختیار خود کیسی کوششیں کرتا ہے، اگر مجبور ہے تو یہ منفعتیں حاصل کرنے اور مضرتوں کے دور کرنے کی کیوں تدبیر کرتا ہے اور انہی مشاغل میں کیوں شبانہ روز مشغول رہتا ہے، کیوں نہیں اپنے آپ کو مجبور سمجھ کر بیٹھا رہتا، کیوں بھوک کے وقت کھانا کھانے اور پیاس کی شدت کے وقت پانی پینے کیلئے دوڑتا پھرتا ہے۔ پس چونکہ ہر ایک نیک اور بد کام میں بندہ کا اختیار ظاہر ہے اسی لیے وہ جزا اور سزا کا عقلاً مستحق ہے۔ اس امر کی ایک روشن اور عام فہم مثال یہ بھی ہے جس کو ناسمجھ سے ناسمجھ آدمی بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ ہر ایک آدمی ہاتھ یا پاؤں خود بخود ہلانے اور رعشہ کے سبب سے ہلنے میں فرق اپنے اختیار اور بے اختیاری کا سمجھتا ہے، اور خوب جانتا ہے کہ میں جملہ افعال اختیاریہ اپنے اختیار سے کرتا ہوں جیسے لکھنا پڑھنا اور ان افعال کو اپنے ارادہ کی طرف منسوب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھ یہ میں نے لکھا ہے اور جس کا ہاتھ یا پاؤں یا سر رعشہ سے ہلتا ہے اس کو اپنے ارادہ

اور اختیار کی طرف منسوب نہیں کرتا۔ ایسی حالت میں اگر اس کے ہاتھ سے چینی کا رکابی گر کر ٹوٹ جائے یا کانچ کا برتن پھوٹ جائے تو وہ اپنے مجبور ہونے کا عذر کرے گا۔ اور ہرگز اس فعل کو اپنے ارادہ اور اختیار کی طرف منسوب نہ کریگا۔ ان مثالوں سے ہر سلیم العقل انسان سمجھ سکتا ہے کہ مجھ سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں ایک وہ قسم کہ جس میں اس کے ارادہ اور اختیار کو دخل ہے۔ مثل کھانے پینے اور کسی کو مارنے اور گالی دینے کے۔ دوسری قسم کے وہ افعال ہیں کہ جن میں اس کا کچھ اختیار نہیں جیسے اُس کا پھسل کر گر پڑنا یا کسی چیز کا بے ارادہ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ جانا یا نادانستگی کی حالت میں کسی کے اُس کی ٹھوکر لگ جانا۔

بندہ کے افعال اختیاریہ پر دنیوی اور اُخروی سزائیں دونوں مرتب ہوتی ہیں۔ دنیوی سزا جیسے بید سے پٹنا یا جیل خانہ میں ہر قسم کی تکلیف بھگتنا۔ اُخروی سزا جیسے قبر اور حشر اور دوزخ کا عذاب جھیلنا۔ اور افعالِ غیر اختیاریہ پر دنیوی اور اُخروی دونوں۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مسلمان کو یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ اس کے تمام افعال و اقوال اور تمام حرکات وسکنات خواہ بھلے ہوں یا بُرے یہ سب اللہ تعالیٰ کے ارادے اور اس کی قدرت پر موقوف ہیں۔ اور ان سے اس کا علم قدیم متعلق ہے بھلائی سے وہ خوش ہوتا ہے اور بُرائی سے ناراض ہوتا ہے۔ اور بندہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک گونہ اختیار دیا ہے جس کو اختیار جزئی کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے افعالِ خیر پر اس کو دنیوی یا اُخروی جزا اور سزا ملتی ہے اور وہ اپنے افعال اختیار یہ میں کوئی معقول عذر پیش نہ کرسکے گا۔ اور وہ کسی طرح معذور نہ سمجھا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اس لیے یہ بالکل ممکن نہیں کہ جن افعال کے کرنے میں اُن کے ارادے اور اختیار ذاتی کا کچھ لگاؤ نہ ہو اُس پر بندوں کو سزا دے۔

عقائد سے متعلق ضروری معلومات

سوال: کیا خدا کو کوئی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھنا عقل کے نزدیک ممکن ہے۔ لیکن دنیا میں یہ شرف کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (جسم کی آنکھیں خدا کو دیکھ نہیں سکتیں) ہاں اللہ تعالیٰ جنّت میں مؤمنین کی آنکھوں میں وہ قوت عطا فرمائے گا کہ مؤمنین اُس کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور جنت کی تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت دیدار الٰہی ہوگی قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ چنانچہ کلام پاک میں آیا ہے: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ اُس دن لوگوں کے مُنہ تر و تازہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔ پس ثابت ہے کہ مؤمنین اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن بلا کیف اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ لیکن کافروں کی آنکھیں اُس کے شرفِ دیدار سے محجوب ومحروم ہوں گی تاکہ اُن کی حسرت بڑھے۔ اُن کو ندامت حاصل ہو اور وہ اپنی گمراہیوں پر آنسو بہائیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے منہ تر و تازہ ہوں گے۔ یہ ارشاد اُن لوگوں کے لیے ہے جو دنیا سے ایمان سلامت لیکر گئے ہوں گے اور متقی و پرہیزگار ہوں گے۔

سوال: جبکہ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے تو پھر کیونکر اُس کو جان سکتے ہیں؟

جواب: دنیا میں جتنی چیزیں ہیں سب اللہ تعالیٰ کی صفاتِ

عظیمہ کے مظاہر ہیں مثلاً زمین اور جو کچھ اُس میں حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ ہیں اور آسمان چاند، سورج، ستارے وغیرہ جو کچھ اس میں موجود ہیں یہ سب خدا تعالیٰ کی صفت تعلق کا مظہر ہیں۔ایک چیونٹی سے لیکر ہاتھ تک کو رزق پہنچانا یہ اُس کی صفت رزاقی کا ظہور ہے۔ ایک قطرۂ منی سے انسان وحیوان اور ایک تخم سے اقسام اقسام کی جڑی بوٹی اور درختوں کا پیدا کر دینا یہ اُس کی صفت قدرت کا ظہور ہے۔پس جیسا کہ کوئی چھوٹے سے مکان کو دیکھ کر یقین کی راہ جان لیتا ہے کہ یہ ضرور کسی کاریگر نے بنایا ہے یا جو کہیں ایک دو حرف بھی لکھے ہوئے نظر آتے ہیں تو وہ کسی لکھنے والے کا یقین دلاتے ہیں اگرچہ نہ اُس کو دیکھا ہو اور نہ اُس کی خبر ہو۔ یا اگر کہیں راستہ پر نشانِ قدم آدمی یا چرند و پرند کا دیکھا جاتا ہے تو ضرور جان لیا جاتا ہے کہ یہاں سے کوئی آدمی یا جانور گزرا ہے۔پس جبکہ انسان اپنی عقل سے جو کہ ایک رہبر ہے ادنیٰ سے مکان یا ایک دو حرف یا نشانِ قدم سے سمجھ لیتا ہے کہ یہ کسی کا بنایا ہوا ہے ایسا ہی زمین و آسمان اور جو کچھ ان دونوں میں ہے اور رات و دن کی آمد و شد اور بہار و خزاں اور صحت و مرض و دیگر انقلابات عالم کو دیکھ کر ضرور جان لیا جاتا ہے کہ ایک ذات قادر مطلق، خالق و رزاق، محی و ممیت، حکیم و جلیل ضرور موجود ہے۔جس کا قبضہ اور تصرّف دنیا کے تمام کاموں میں ہے۔

ان تمام چیزوں کو دیکھ کر بھی اگر کوئی شخص اللہ پر ایمان نہ لائے اور یقین نہ کرے تو یقیناً وہ دیوانہ ہے۔

سوال: میں اس سلسلہ میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا دنیا میں کوئی ایسی نظیر پائی جاتی ہے کہ کسی چیز کا وجود تو ثابت ہو لیکن وہ نظر نہ آتی ہو؟

جواب: بے شک اس قسم کی نظیر مخلوقات میں موجود ہے۔ مثلاً روح، ہر ایک جاندار میں موجود ہے، ہر شخص کو اس کے ہونے کا یقین ہے۔کسی کو انکار نہیں اگرچہ وہ کسی کو نظر نہیں آتی لیکن تاہم اُس کے آثار سے اُس کے موجود ہونے کا کلّی یقین رکھتے ہیں اور اگر اُس کو حقیقت کسی کو معلوم نہیں لیکن اقرار سب کو ہے۔پس جیسا کہ ہم روح کے موجود ہونے کو اُس کے آثار سے جانتے ہیں اور اس کا مشاہدہ ہم کو اپنی آنکھوں سے میسّر نہیں اور نہ عقل کے زور سے ہم اس کی حقیقت کو دریافت کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی ہم اللہ تعالیٰ کو اُس کے آثارِ قدامت اور دیگر صفات جلیلہ سے جانتے ہیں۔اگرچہ ہماری ظاہری آنکھیں اُس کی دید سے قاصر ہوں۔

سوال: کیا آپ روح کی حقیقت کو سمجھا سکتے ہیں؟

جواب: روح کی حقیقت کے متعلق غور و فکر کرنا اور اُس کی ماہیت میں بحث کرنا جائز نہیں کیونکہ جب عقل اُس کی حقیقت کے ادراک سے قاصر ہے تو پھر سوائے وقت ضائع کرنے کے اور کیا حاصل ہے"محال" کے درپے ہونا عقلِ سلیم بیجا سمجھتی ہے، دنیا کے بڑے بڑے عقلمندوں اور فلاسفروں نے تسلیم کیا ہے کہ روح کا ادراک عقل سے نہیں ہوسکتا۔ باوجود یہ کہ ہر انسان میں یہ موجود ہے۔ یہاں یہ مسئلہ بھی طے ہو جاتا ہے کہ جب عقلِ انسانی اس قدر عاجز و قاصر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک پیدا کردہ شئے کی حقیقت دریافت نہیں کر سکتی تو پھر اللہ تعالیٰ جل شانہ جو سب کا خالق و مالک ہے اُس کی ذاتِ برتر و بے مثل کی حقیقت کیونکر معلوم کر سکتی ہے۔

سوال: معراج کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہئے؟

جواب: معراج کا ذکر قرآنِ پاک کی اس آیت میں ہے:

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی

اَلْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی معراج کی شب اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ سلم کو آسمان پر بُلا یا۔اور آپ کی مُلاقات سے ملاء اعلیٰ کو عزت بخشی۔حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آسمانوں پر تشریف لیجانے اور جنت و دوزخ کی سیر کرنے اور خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ذکر صحیح صحیح حدیثوں میں آیا ہے،اریہ تمام باتیں حق ہیں،کیونکہ ان تمام باتوں کی خبر دنیا کے سب سے زیادہ سچے اور برگزیدہ شخص نے دی ہے۔یہ باتیں عقلِ سلیم کے نزدیک بھی قابل یقین اور قابل تسلیم ہیں کیونکہ جس ذات نے پرندوں کو ہوا میں اُڑایا اور ستاروں کو ایسا تیز رفتار بنایا کہ ایک منٹ میں جس قدر دور دراز مسافت کو وہ طئے کر لیتے ہیں آدمی اُس مسافت کو سو برس میں بھی طے نہیں کرسکتا۔پس اگر وہ قادرِ ذوالجلال اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آسمانوں پر لے گیا تو کیا مشکل ہے۔وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اُس کو ہر بات آسان ہے۔

سوال: اچھا یہ بتلایئے کہ ''دُعا'' اپنے حق میں یا کسی غیر کے لئے نفع دیتی ہے؟اور یہ بھی بتلایئے کہ کیا زندہ شخص کے صدقہ دینے کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے؟

جواب: دُعا کرنا،تضرع کرنا،اللہ کو پسند ہے کیونکہ اس سے بندہ کا انکسار ظاہر ہوتا ہے۔اور صدقہ دینا بھی خدا کو مرغوب ہے۔ہر دونوں چیزیں زندوں اور مُردوں کو نفع پہنچانے والی ہیں۔صحیح حدیثوں میں ان کا ثبوت موجود ہے۔

سوال: جنت کی نعمتیں روحانی ہیں یا جسمانی؟اور دوزخ کا عذاب بھی روحانی ہے یا جسمانی؟ اور جنت کی نعمتیں اور دوزخ کا عذاب دائمی ہے یا عارضی؟

جواب: جنت میں دونوں قسم کی نعمتیں ہیں،روحانی بھی اور جسمانی بھی،روحانی تو روح کی فرحت حاصل کرنے کے لیے جیسا کہ خدا کا دیدار اور جسمانی نعمتیں اس لئے کہ جسم اُن سے لذت حاصل کرے جیسے کھانا پینا وغیرہ جنت میں حاصل ہوگا۔اور دوزخ میں بھی دونوں طرح کے عذاب ہیں یعنی روحانی اور جسمانی دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جنت کی نعمتیں اور دوزخ کے عذاب دائمی ہیں کبھی منقطع نہ ہوں گے اور جو اُن میں داخل ہوں گے وہ ہمیشہ کو اُنہی میں رہیں گے۔اور وہ دونوں اس وقت بھی موجود ہیں اُن کی جگہ کی خبر خدا کے علم میں ہے۔ہمارے علم الیقین کے لیے شارع علیہ السلام کا فرمانا کافی ہے۔

سوال: قیامت کی کیا کیا نشانیاں ہیں؟

جواب: قیامت کی نشانیاں تو بہت سی ہیں لیکن ہم پانچ نشانیاں بیان کرتے ہیں جن کو علاماتِ کبریٰ کہتے ہیں۔

اوّل: دجّال کا ظاہر ہونا۔وہ ایک کانا آدمی ایسے وقت میں ظاہر ہوگا کہ اکثر لوگوں کا ایمان نہایت ضعیف ہوگا۔علم دین کم ہو جائے گا۔وہ مردود خدائی کا دعویٰ کرے گا اور بعض عجیب وغریب شعبدے دکھلائے گا۔ضعیف الایمان اُس کے دامِ تزویر میں گرفتار ہو جائیں گے اور اُس کا اتباع کریں گے۔وہ ایمان سے محروم ہو کر کافر ہو جائیں گے۔

دوم: ''دابۃ الارض'' کا زمین سے نکلنا۔وہ انسانوں کے مُنھ پر ''ایمان'' یا ''کفر'' کی مہر لگائیگا۔جو نام کے مسلمان ہوں گے اُن کی حقیقت کھل جائے گی اور جو منافق ہوں گے اُن کا نفاق ظاہر ہو جائے گا۔

سوم: ''آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا'' جس روز آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا اُس روز توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ پھر کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی۔

چہارم: ''یاجوج ماجوج کا نکلنا'' یاجوج ماجوج بھی ایک قسم کے آدمی ہیں نہایت مفسد، نہائت شریر، ظالم، جابر، سنگدل اور خوفناک صورت کھنے والے ہیں۔ روایت مشہور ہے کہ کسی درّہ میں وہ بند ہیں، اُس درّہ کے چاروں طرف نہایت مضبوط اور مستحکم دیواریں ''ذوالقرنین'' بادشاہ نے بنوائی تھیں تا کہ خدا کی مخلوق ان کی شرارتوں سے محفوظ رہے۔ قیامت کے قریب وہ دیواریں گر پڑیں گی اور راستہ کھل جائے گا۔ تب وہ ظالم باہر نکل کر فساد برپا کریں گے اور لوگوں کو اپنے ظلم وستم سے تباہ کرینگے۔

پنجم: ''نزولِ عیسیٰ علیہ السلام'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت آسمان پر زندہ ہیں۔ قیامت کے قریب وہ زمین پر آیں گے، اور خدا کی زمین پر جو فسادات اور فتنے برپا ہو رہے ہوں گے ان کو مٹائیں گے۔ اہل اسلام کی نازک حالت کو سنبھالیں گے اور بہترین انتظامات فرمائیں گے۔

چونکہ آخری نبی ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار پا چکے ہیں اس لیے ان کو کوئی جدید شریعت نہیں ملے گی اور وہ کسی نئے مذہب کی اشاعت نہیں کریں گے۔ بلکہ شریعت محمدی کا ہی اتباع کرینگے۔ مسلمانوں میں جو شرک وکفر کی رسمیں اور بد اعمالیاں شائع ہو چکی ہوں گی حضرت مسیح علیہ السلام اُن کو دور فرما کر اسلام کی صحیح تعلیم سکھائیں گے۔ اور مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت فرمائینگے۔ یہ قیامت کی آخری نشانی ہوگی۔

سوم: سال بھر میں ایک مہینے کے ''روزے'' رکھنا اور وہ مہینہ رمضان کا ہے۔

چہارم: سال میں ایک مرتبہ اپنے مال میں سے چالیسواں حصہ ''زکوٰۃ'' دینا۔

پنجم: اگر مقدور ہو تو تمام عمر میں ایک مرتبہ کعبہ شریف کا ''حج'' کرنا۔

یہ پانچ چیزیں خدا تعالیٰ نے ہر مسلمان عاقل اور بالغ پر فرض کی ہیں۔

وہ سات چیزیں جن پر ہر مسلمان کو ایمان لانا ضروری ہے یہ ہیں:

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلَآئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔

ترجمہ: ایمان لایا میں ''اللہ'' پر اور اللہ کے ''فرشتوں'' پر اور اللہ کی ''کتابوں'' پر اور اللہ کے ''رسولوں'' پر اور ''قیامت کے دن'' پر اور تقدیر کی ''بھلائی اور برائی'' پر کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے اور ''مرنے کے بعد پھر زندہ ہونے'' پر۔

کلمہ شریف

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس کے بندے ہیں اور اُس کے

© https://www.khwajahasanizamilife

رسول ہیں۔

ایمان کی تعلیم

سوال: ایمان کسے کہتے ہیں؟

جواب: پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ خدا کی طرف سے لائے اُسے دل سے سچ جاننا اور زبان سے اُس کی سچائی کا اقرار کرنا۔

سوال: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے کیا معنی ہیں؟

جواب: خدا پر ایمان لانے کے یہ معنی ہیں کہ اُس کے ہونے کا یقین کیا جائے زبان سے اقرار اور قلب سے تصدیق کی جائے کہ بے شک وہ زمین وآسمان کا خالق ہے۔اس کے بعد اس کی وحدانیت پر یقین کیا جائے کہ بلا شبہ وہ واحد و یکتا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں وہ بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں، تمام مخلوق کو اُسی نے پیدا کیا ہے۔اور ہر جاندار کو وہی رزق عطا فرماتا ہے، ہر بات پر اُس کو قدرت حاصل ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے، اُس کی مشیّت میں کسی کو دخل نہیں ہے۔وہ بے مثل ہے، بے جسم ہے، ہاتھ پاؤں، آنکھ، ناک وغیرہ سے مبّرا ہے، لیکن سب کچھ دیکھتا ہے اور سب کچھ سُنتا ہے اور خود اس کو کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔نہ آسمانوں میں رہتا ہے نہ زمینوں میں، بلکہ ہر جگہ موجود ہے۔دنیا میں اُس کو دیکھنے کی کسی کی مجال نہیں، ہاں قیامت کے دن چشم بصیرت رکھنے والے اسکا جلوہ دیکھیں گے۔اس کا دنیا میں نظر نہ آنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔بہت سی چیزیں ہیں جن کے وجود کا ہر ذی عقل کو قرار ہے لیکن نظر نہیں آتیں۔مثلاً ''ہوا'' ہے، کسی کو نظر نہیں آتی۔''روح'' ہے اور اس کا تسلط تمام جسم پر ہے، لیکن کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔اللہ تعالیٰ کا تسلّط بھی تمام زمین وآسمان میں ہے، وہ ہر جگہ موجود ہے۔لیکن نظر نہیں آتا۔یہ مسلمان کو دلی یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں تمام صفات کمالیہ بدرجہ اتم موجود ہیں اور اس کی ذات تمام نقائص وعیوب سے پاک ہے۔اس کا قیام خاص اس کی ذات سے ہے، حیات، علم، قدرت، ارادہ سماعت، بصارت اور تکلّم ہر قسم کی قوتیں اس کو حاصل ہیں۔اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔خدا کی ذات تمام مخلوقات سے ممتاز ہے، جب کچھ نہ تھا تب بھی وہ موجود تھا اور جب کچھ نہ رہے گا تب بھی وہ موجود رہے گا۔خدا تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا، نہ وہ کیسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا ہے، خدا کا علم اور اس کی قدرت اور اس کا ارادہ اور اس کی حیات اور اس کا سُننا، اور دیکھنا اور کلام کرنا ہمارے علم اور ہماری طاقت اور ہمارے ارادے، ہماری حیات اور ہمارے سننے دیکھنے اور کلام کے مشابہ نہیں ہے۔خدا تعالیٰ کی صفات اور بندوں کی صفات میں بہت بڑا برق ہے۔خدا کے افعال، مخلوقات کے افعال سے بالکل مشابہت نہیں رکھتے خدا تعالیٰ سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں وہ بغیر واسطہ اور بغیر اعضاء، اور بغیر امداد اوزاروں کے وقوع میں آتے ہیں، خدا تعالیٰ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے فقط لفظ ''کُن'' کہہ دینے سے وہ پردۂ عدم سے وجود میں آجاتی ہے، علاوہ ازیں خدا تعالیٰ جو کسی شئے کو موجود کرتا ہے اس کی طرف اس کو احتیاج نہیں ہوتی بلکہ محض اپنی قدرت کاملہ کے اظہار کے لیے وہ کسی کو موجود یا معدوم کرتا ہے۔خدا کا کوئی کام بے فائدہ نہیں ہوتا اس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔کیونکہ وہ حکیم ہے۔

خدا کی حیات ہماری جیسی زندگانی نہیں ہے۔ہماری زندگی تو بہت سے وسطوں پر موقوف ہے۔جیسے کہ خون کا دوران ارسانس کی آمد ورفت اور کھانے پینے کی ضرورت وغیرہ۔خدا تعالیٰ کی زندگی کسی واسطہ پر موقوف نہیں ہے اس کی زندگی قائم اور باقی ہے۔وہ ازلی وابدی زندہ ہے۔

© https://www.khwajaasanizami.life

خدا تعالیٰ کا کوئی نظیر و مثیل اور کوئی مقابل نہیں کیونکہ اگر عالم میں دو خدا ہوتے تو یہ عالم کا کارخانہ کبھی کا درہم برہم ہو جاتا، وہ خود مختار ایک عالم میں نہیں ہو سکتے، اور جو دوسرا تابع ہو وہ خدا ہونے کے لائق نہیں۔

سوال: کیا خدا تمام چیزوں کو بہ اعتبار ظاہر و طابن کے جانتا ہے؟

جواب: ہاں بے شک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے اور وہ تمام اشیاء کو باعتبار ظاہر اور باطن کے جانتا ہے وہ ریت کے تمام زرّوں اور بارش کے تمام قطروں اور درختوں کے تمام پتّوں اور ان کے رگ وریشہ تک کو جانتا ہے۔ اور ہر ایک پوشیدہ و مخفی چیز سے واقف ہے۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، اور اس کا علم نیا نہیں ہے بلکہ دونوں عالم کی تمام اشیاء کو ان کے وجود سے بیشتر جانتا ہے۔

سوال: کیا خدا تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے، اور کوئی بڑے سے بڑا کام اُس کی قدرت سے باہر نہیں؟

جواب: بلاشک اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔ اور اس کی قدرت کے سامنے چیونٹی سے لیکر ہاتھی تک اور ذرّہ سے لیکر پہاڑ تک کا پیدا کرنا برابر ہے اور وہ لحظہ بھر میں تمام آسمانوں اور زمینوں کی مانند پیدا کر دینے پر قدرت رکھتا ہے۔ ایسے ہی وہ ایک لمحہ میں تمام آسمانوں اور زمینوں کے درہم برہم کر دینے پر قادر ہے۔

سوال: کیا کوئی چیز بغیر خدا کے ارادے کے وقوع میں نہیں آتی؟

جواب: ہاں کوئی شئے بغیر اُس کے ارادے کے وقوع میں نہیں آسکتی۔ جس چیز کا وہ ارادہ کرتا ہے وہ ہو جاتی ہے۔ اور جس کا وہ ارادہ نہ کرے اُس چیز کا ہونا کسی طرح ممکن نہیں۔

سوال: کیا اللہ ہر ایک کی بات سنتا ہے؟

جواب: بے شک وہ سمیع ہے۔ ہر ایک کی سنتا ہے، خواہ وہ پکار کر کہے یا پوشیدہ طور پر کہے۔ وہ صاف پتھر پر چیونٹی کے چلنے کی آواز کو سُنتا ہے۔ لیکن اُس کا سننا مثل ہمارے سننے کی نہیں کیونکہ ہمارا سننا کان کے ذریعہ سے ہے اور اُس کا سننا کسی وسیلہ پر موقوف نہیں مگر اس کی حقیقت کا علم اسی کی ذات کو ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کو دیکھتا ہے؟

جواب: ہاں وہ ہر ایک چیز کو دیکھتا ہے حتیٰ کہ اندھیری رات میں سیاہ چیونٹی چلتی ہے یا اس سے بھی کوئی چھوٹی چیز ہو تو وہ اس کو بھی دیکھتا ہے۔ زمین کے اوپر یا نیچے آسمانوں پر یا اُن سے علاوہ کوئی چیز ہو اس سے مخفی نہیں۔ لیکن اس کا دیکھنا ہمارے جیسا دیکھنا نہیں کیونکہ ہمارا دیکھنا آنکھ کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ اس سے پاک ہے۔

سوال: کیا خدا کلام بھی کرتا ہے؟

جواب: خدا کے کلام کی نسبت ہمارا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ یعنی کلام کرنے والا ہے۔ لیکن اُس کا کلام ہمارے جیسا نہیں۔ کیونکہ ہمارا کلام بواسطۂ دہن و زبان اور لبوں کے ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا کلام بغیر ان آلات کے ہے اور اس کا کلام غیر مخلوق ہے، اور ہمارا کلام مخلوق یعنی اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

سوال: جن صفتوں سے خدا کا متصّف ہونا محال ہے وہ کیا ہیں؟

جواب: وہ یہ ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کبھی بٹ نہیں سکتا۔ اس کو فنا

© https://www.khwajagan.org

نہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہوسکتا۔ کوئی اُس کی ذات وصفات میں شریک نہیں ہوسکتا۔ وہ عاجز نہیں ہے۔ انجان نہیں ہے۔ وہ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ غرض کہ وہ تمام صفات نقصان سے پاک ہے۔

سوال: خدا تعالیٰ کو انسان کی کن باتوں پر تصرف حاصل ہے؟

جواب: خدا کو انسان کی تمام باتوں پر تصرف حاصل ہے۔ مخلوقات کی حالت میں جس قدر تغیر وتبدل ہوتا ہے وہ سب منجانب اللہ ہوتا ہے۔ مثلاً انسان کا غنی ہونا۔ فقیر ہونا۔ معزز ہونا یا ذلیل ہونا۔ تندرست ہونا۔ یا بیمار ہونا۔ جاہل ہونا یا عالم ہونا وغیرہ۔

سوال: فرشتوں پر ایمان لانے کے کیا معنی ہیں؟

جواب: یہ کہ تمام فرشتے لطیف الجسم ہیں، اور نور سے ان کی پیدائش ہے۔ نہ وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، نہ اُن میں علامت مرد اور عورت ہونے کی ہے۔ وہ خدا کے معزز بندے ہیں جو اُن کو خدا تعالیٰ کا حکم پہنچتا ہے اُس میں نافرمانی نہیں کرتے بلکہ وہ کرتے ہیں جو اُن کو حکم ملت اہے۔ بجز پیغمبروں کے ان کو اصلی صورت پر کوئی نہیں دیکھ سکتا اس لیے کہ وہ لطیف الجسم ہیں۔ ذرا اِس بات پر غور کرو کہ ''ہوا'' اُن سے کہیں کثیف الجسم ہو لیکن ہماری نظر ہوا کے دیکھنے سے بھی قاصر ہے۔ بلکہ پانی کے کیڑے جو بہت چھوٹے ہوتے ہیں وہ بھی ہم کو نظر نہیں آتے۔

سوال: فرشتوں کی تعداد کتنی ہے؟

جواب: فرشتوں کی تعداد خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ انسان کیا جان سکتا ہے۔ انسان کو تو اپنے بدن کے رونگٹوں کی تعداد بھی معلوم نہیں۔ حالانکہ وہ ہر وقت ان کو دیکھتا ہے۔

سوال: فرشتوں کو کیا کیا خدمتیں سُپرد ہیں اور وہ کیا کیا کام کرتے ہیں؟

جواب: بعض فرشتوں کو تو پیغام رسانی کی خدمت سپرد ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کو وقتاً فوقتاً پیغامات پہنچاتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور بعض فرشتے بندوں کی حفاظت کا کام انجام دیتے ہیں۔ اور بعض فرشتے خدا کے بندوں کے اعمال لکھنے پر مامور ہیں۔ اور بعض جنت اور اس کی نعمتوں پر مقرر ہیں، اور بعض دوزخ اور اس کے عذاب پر متین ہیں۔ اور بعض صرف تسبیح و تہلیل اور تکبیر وتحمید میں مصروف رہتے ہیں۔

سوال: آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کے کیا معنی ہیں؟

جواب: آسمانی کتابوں سے مراد وہ تمام کتابیں ہیں اور صحائف ہیں جن کو اللہ نے نازل کیا ہے۔ مثلاً ''قرآن مجید'' کہ جو ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور جس میں اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں، اور توریت، زبور، انجیل اور وہ تمام صحائف جو مختلف پیغمبروں پر نازل ہوئے، ان کے متعلق یقین کرنا چاہیئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو پیغمبروں پر نازل فرمایا تا کہ لوگ ہدایت حاصل کریں۔

سوال: توریت، زبور، انجیل کے متعلق کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے؟

جواب: توریت، زبور، انجیل کے جو اصلی نسخے ہیں وہ بے شکل اللہ کے نازل کئے ہوئے ہیں۔ لیکن آج کل جو اہلِ کتاب فرقوں کے پاس نسخے پائے جاتے ہیں وہ محرف ہیں اور خود غرض لوگوں نے ان میں بہت کچھ تحریف کر دی ہے۔ یعنی گھٹا بڑھا دیا ہے۔

سوال: نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟

جواب: ''نبی'' کی تعریف یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو صراطِ مستقیم پر قائم فرما کر اپنی رضامندی اور ناراضگی کے کاموں پر مطلع فرمائے، اگرچہ اُس کو یہ حکم نہ ہو کہ یہ باتیں تم دوسروں کو بھی پہنچاؤ، اگر دوسروں کو ہدایت کرنے کا حکم بھی ملا تو نئی کتاب اور نئی شریعت عطا نہیں فرمائی بلکہ کسی رسول کے پیروی اور اتباعِ شریعت کا حکم دیا گیا۔

رسول: ''رسول'' کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو شریعت عطا فرماتا ہے اور اُس پر جدید احکام نازل فرماتا ہے، دوسروں کو عذابِ آخرت سے ڈرانا اور راہِ راست بتلانا اس کا فرض ہوتا ہے۔ ہر رسول کو نبی (خبر پہنچانے والا) کہہ سکتے ہیں لیکن ہر نبی کو رسول نہیں کہہ سکتے۔

سوال: پیغمبروں پر کون کون سے امور واجب ہوتے ہیں؟

جواب: اُن پر جو امور واجب ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:

اوّل ''صدق''، دوم ''امانت''، سوم ''تبلیغ''، چہارم ''فطانت''، نبیوں کے حق میں ''صدق'' کے یہ معنی ہی ں کہ اُن کا خبر دینا مطابق واقع کے ہو۔ ان سے ہرگز ہرگز یہ ممکن نہیں کہ اُن کی کوئی خبر امور دینی یا دنیوی میں کیسی ہی ہو وہ غیر مطابق واقع کے ہو۔ ان کے بارے میں ''امانت'' کے یہ معنی ہیں کہ اُن کا ظاہر و باطن بہمہ وجوہ اس امر سے محفوظ ہو کہ اُن سے کوئی قول یا فعل اپنی ذاتی خواہش سے سرزد ہو، بلکہ جو کچھ ان کو خدا کی طرف سے حکم ہوتا ہے۔ وہی حکم کہتے ہیں اور کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کو اپنی تمام مخلوقات میں پسند فرمایا ہے، اور اُن کے باب میں ''تبلیغ'' کے یہ معنی ہیں کہ جس حکم کو خدا تعالیٰ نے ان کو پہنچانے کی غرض سے دیا ہو اس کو وہ نہایت صاف طور سے پہنچائیں، گو کیسی ہی مخالفت کی آگ بھڑک جانے کا اندیشہ ہو۔ کتمان کو تبلیغ میں وہ بالکل راہ نہیں دیتے۔ اُن میں ''فطانت'' کے یہ معنی ہیں کہ وہ لوگ باعتبار اپنی پیدائش کے بڑے دانا اور نہائت سمجھدار اور تیز ہوش ہونے میں سب سے زیادہ اعلیٰ درجہ پر ہوں چنانچہ تمام انبیاء علیہم السلام ان ہی صفات جمیلہ سے بدرجہ اتم موصوف تھے۔

سوال: وہ افعال جن کا پیغمبروں میں پایا جانا محال ہے کون کون سے ہیں؟

جواب: وہ یہ ہیں: جھوٹ، خدا کی نافرمانی، حق پوشی، غفلت، علاوہ ان چار چیزوں کے ایسے امور کا ہونا بھی انبیاء میں محال ہے جن کو عرفِ عام میں لوگ معیوب سمجھتے ہیں اگرچہ وہ عنداللہ گناہ نہ ہوں۔ جیسے ذلیل پیشہ یا حقیر نسب اور وہ صفتیں بھی انبیاء میں ہرگز نہ پائی جائینگی جو اُن کے مبعوث ہونے کی حکمت کے خلاف ہوں جیسے گونگا یا بہرا ہونا۔

انبیاء علیہم السلام کے لیے جو لوازماتِ بشریٰ ہیں وہ حاصل ہوتے ہیں جیسے کھانا، پینا، بھوک، پیاس کا احساس، گرمی اور جاڑے کا لگنا اور امراض بدنی کا لاحق ہونا، راحت کا لینا اور تکان کا پیدا ہونا۔ اور تندرستی کا حاصل ہونا۔ سونا، جاگنا، پیشاب، پاخانہ کی ضرورت ہونا۔ تجارت یا کوئی اور پیشہ کرنا جس میں ذلّت اور کمینہ پن نہ ہو کیونکہ انبیاء علیہم السلام بشر ہوتے ہیں، جو چیزیں لوازم بشریت سے ہوں وہ سب اُن میں پائی جائیں گی۔ بشرطیکہ لوازم بشریت میں کوئی امر ایسا نہ ہو جس سے انبیاء علیہم السلام کے مرتبہ کی اہانت ہو یا کوئی برائی اُن کی طرف عائد ہو۔

سوال: جب انبیاء علیہم السلام ہر ایک گناہ اور عیب سے پاک ہوتے ہیں تو پھر ان کو امراض کیوں لاحق ہوتے ہیں؟

© https://www.khwajahasanizamilife

جواب: یہ بالکل صحیح ہے کہ انبیاء علیہم السلام بہترین خلائق ہوتے ہیں اور ہر ایک عیب سے ان کا ظاہر و باطن پاک ہوتا ہے۔ مگر ان کو امراض و آلام اس حکمت کی وجہ سے لاحق ہوتے ہیں کہ ان کا استقلال اور ثبات خدا کی فرمانبرداری میں خلقت پر ظاہر ہو اور ان تکالیف کے برداشت کرنے سے ان کے درجات میں ترقی ہو اور ان کے اخلاص مندوں کو مصیبت کے وقت تسکین ہو اور وہ لوگ اس امر کو خوب جان لیں کہ یہ دنیا مصائب اور امتحان کو گھر ہے۔ نیز یہ بھی حکومت ہے کہ ان کے معجزات دیکھ کر ناقص العقل معتقدین ان کو خدا نہ کہنے لگیں۔

بہر حال انبیاء کے متعلق ہمیں یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ وہ تمام اوصافِ جمیلہ سے متصف اور تمام افعال و اقوال ذمیمہ سے پاک ہیں اور عوارضِ بشریہ ان کو بھی لاحق ہوتے ہیں۔

تمام انبیاء اصولِ دین میں متفق ہوتے ہیں آپس میں مختلف نہیں ہوتے۔ مثلاً توحید، عبادت الٰہی، دنیا سے بے رغبتی، آخرت کی جزا و سزا کو ہر ایک نبی بیان کرتا چلا آیا ہے۔ اور کچھ جزوی اختلاف شریعتوں کے بعض احکام میں ہے، وہ بہ سبب مصلحت اوقات، اور بوجہ اختلاف اقوالِ اقوام ہوتا ہے۔ کیونکہ دین ایک اصل چیز ہے اس میں اختلاف کا ہونا بالکل ممکن نہیں اور احکام شرعیہ اس کی فروعات ہیں۔ اس میں بہ سبب اقتضاء مصلحت و حکمت خداوندی اختلاف ممکن ہے۔ کیونکہ ہر نبی کی اُمت کا زمانہ جُدا تھا اور اُس زمانہ کے لوگوں کی عادتیں اور طبیعتیں جدا تھیں اس لیے اختلاف کا ہونا کچھ قابل تعجب نہیں ہے۔

سوال: ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا کیا خصوصیتیں ہیں؟

جواب: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات یہ ہیں کہ: آپ تمام پیغمبروں سے افضل ہیں۔ اور آپ ﷺ کی رسالت کسی محدود طبقہ کیلئے نہیں ہے بلکہ تمام دنیا کے لیے ہے۔ آپ ﷺ خاتم الانبیا ہیں۔ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔

سوال: ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء کیوں ہوئے؟

جواب: خاتم الانبیاء اس وجہ سے ہوئے کہ آپ کی شریعت میں وہ تمام امور اعلیٰ مرتبہ پر پائے جاتے ہیں کہ جن پر خلقت کی ہدایت کا دارومدار ہے۔ رسولوں کے بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہے کہ وہ خلقت کو خالق کی عبادت کی طرف بلائیں اور امورِ معاش و معاد کی اصلاح کی ہدایت فرمائیں اور جو امور ان کی ظاہری نظروں سے پوشیدہ ہیں یا ان کی فکروں سے بالاتر ہیں اُن سے مطلع فرمائیں۔ اور خدا کی وحدانیت اور اس کی تنخیلائی اور اس کی عبادت اور بندگی کے استحقاق کو ایسے پُرزور دلائل اور اعلیٰ پایہ کی حجتوں سے ثابت کر دیں کہ اس میں کسی کو کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہ رہے۔ قبول اسلام میں بجز عناد طبعی کے اور کوئی امر مانع نہ ہو۔ چونکہ یہ تمام امور ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت میں بدرجۂ اکمل موجود تھے، اس لئے آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ کیونکہ آپ کی شریعت میں ہر زمانہ اور ہر قوم کی ہدایت اور کفالت موجود ہے اسی لیے آپ کی رسالت عام ہے اور آپ باعتبار اپنی خلقت اور اخلاق کے تمام مخلوقات سے بالاتر ہیں، اور نیز آپ کی شریعت تمام شریعتوں سے باعتبار کمال اور جامعیت کے فائق تر ہے۔

اِن تمام وجوہ کی بنا پر جو بیان کیے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "خاتم الانبیاء" ہوئے۔

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قریب قیامت کے دنیا میں آنا اسلامی عقائد میں داخل ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کیونکر ہوئے؟

جواب: ہاں اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر وقت میں آسمان سے نزول فرمائیں گے لیکن تاہم وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہوں گے، کیونکہ اُن کی شریعت اُن کے وقت گزرنے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے سے منسوخ ہو چکی ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے اس وقت کی مصلحت کے لحاظ سے بھیجی تھی اب اس حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے حضرت ﷺ کے بطور خلیفہ کے ہوں گے، جو شریعت محمدی ﷺ پر لوگوں کو چلائیں گے۔ پس اِس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی "خاتم الانبیاء" ٹھہرے۔

سوال: روز قیامت پر ایمان لانے کے کیا معنی ہیں؟

جواب: روزِ قیامت پر ایمان لانے کے یہ معنی ہیں کہ اس بات پر دل سے یقین رکھے کہ ایک روز جزا اور سزا کا ضرور آئے گا اور جو جو چیزیں اعمالِ دنیوی کی جزا اور سزا کے متعلق قرآنِ مجید یا احادیث میں مذکور ہیں وہ سب حق ہیں۔ آخرت کی نسبت یہ عقائد ضروری ہیں کہ سب سے اوّل بعد مرنے کے قبر میں منکر نکیر سوال و جواب کرینگے ان کو ٹھیک جواب دینے سے قبر میں ہر طرح کا آرام ملے گا، اور ٹھیک جواب نہ دینے سے طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار ہوگا۔ پھر محشر میں ہر ایک شخص اپنے بدن سمیت اُٹھے گا اور دنیوی اعمال کا حساب ہوگا، اور میزان عدل میں اعمال تولے جائیں گے، نیک آدمیوں کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال دیے جائیں گے اور بدکاروں کے بائیں ہاتھ میں، اور پُل صراط پر سب کو گزرنا ہوگا۔ ایمان والے جنت میں داخل ہوں گے اور کافر دوزخ میں جھونکے جائیں گے۔

جب آدمی قبر میں رکھا جائے گا تو اس کی روح بدن میں بحکم الٰہی واپس آجائے گی جس سے وہ بات سمجھ سکے۔ اور جواب دے سکے، اس کے بعد دو فرشتے جن کا نام منکر نکیر ہے نہایت مہیب شکل کے قبر میں آئیں گے۔ اور مردہ کو بٹھا کر خدا کی ذات اور دین برحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت سوال کریں گے اور جو احکام حق تعالیٰ نے بندوں پر فرض کئے ہیں ان کے ادا کرنے کی نسبت پوچھیں گے، اگر یہ شخص مومن تھا اور دنیا میں احکامِ الٰہی بجالاتا تھا تو توفیق الٰہی سے جملہ سوالات کے جوابات برجستہ دے گا اور اس کے دل پر منکر نکیر کا بالکل خوف طاری نہ ہوگا اور نورِ ایمان کے سبب اس کو کسی قسم کا اضطراب نہ ہوگا۔ جبکہ وہ توفیق الٰہی سے پورے پورے جوابات دے چکے گا اُس وقت اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں سے پردہ اُٹھا دے گا۔ تب اس کو حور و قصور نظر آنے لگیں گے اور جنت کی طرف ایک دریچی کھول دی جائے گی جس میں طرح طرح کی خوشبوئیں اور روح افزا ہوائیں آنے لگیں گی۔ اس وقت اس سے کہا جائے گا کہ یہ نعمت و راحت تم کو اس لئے دی گئی ہے کہ جو کہ تم دنیا میں صراط مستقیم پر قائم رہے تھے اور نیک کام کرتے تھے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا خیال رکھتے تھے۔ اور اگر یہ شخص دنیا میں کافر تھا یا منافق تھا تو منکر نکیر سے اس قدر خائف ہوگا کہ سب کچھ بھول جائے گا اور کسی سوال کا ٹھیک جواب نہ دے سکے گا۔ ہر سوال کے جواب میں یہی کہے گا کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ اس وقت

منکر نکیر اس کی آنکھوں سے پردہ دور کر دینگے ۔تب اس کو جہنم کی آگ نظر آئے گی اور ایک کھڑکی کھول دی جائے گی جس میں سے نہایت گرم ہوا، سخت بدبو کہ جس سے دماغ پھٹ جائے آتی رہے گی اور وہ شخص قیامت تک طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا رہے گا۔اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ عذاب قبر تجھ کو کفر اور نفاق کی شامت سے اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کرنے سے دیا گیا ہے۔

سوال: اگر کسی شخص کو درندہ پھاڑ کھائے یا دریا میں ڈوب جائے اور دریائی جانور اس کو ریزہ ریزہ کر کے کھا جائیں یا جیسا کہ ہندو مردہ کو جلا کر خاک کر دیتے ہیں ان صورتوں میں کیونکر اس مردہ سے منکر نکیر سوال وجواب کرینگے اور وہ کیسے قیامت میں بیشتر اپنے اعمال کی جزا اور سزا دیکھے گا جو کہ قبر والے دیکھتے ہیں؟

جواب: جو صورتیں بیان کی ہیں بے شک ان صورتوں میں بھی منکر نکیر سوال کریں گے اور مردہ اپنی حالت کے موافق جواب دے گا۔ یا کفر ونفاق کے سبب جواب دینے سے عاجز رہے گا اور جزا اور سزا اپنے اعمال دنیوی کی قیامت سے پہلے بھگتے گا۔ اگر چہ وہ قبر میں نہ ہو، درندوں یا دریائی جانوروں کے پیٹ میں ہو، یا جل کر خاک ہو گیا ہو، خدا تعالیٰ کو ہر طرح قدرت حاصل ہے۔اس کی قدرت کے احاطہ سے کوئی شخص کسی حال میں باہر نہیں ہو سکتا۔وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ اس کے علم کے دائرے سے کوئی چیز کبھی نہیں نکل سکتی، درندوں کے پھاڑ کھانے، دریا میں ڈوبنے یا آگ میں جل جانے کی صورتوں میں بھی خدا کے اختیار میں ہے کہ وہ مردے سے بذریعہ منکر نکیر سوال جواب کرائے اور اُس کو جزا اور سزا دے، اگر چہ ہم اس کی کیفیت کو نہ جان سکیں۔

سوال: جبکہ مردہ کو عذاب قبر ہوتا ہے یا قبر میں ہر طرح کا چین وآرام ملتا ہے تو زندہ آدمی اس کو کیوں نہیں دیکھ سکتے؟

جواب: زندہ آدمی اِس وجہ سے مردے کی حالت کو نہیں دیکھ سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی آنکھوں پر ایک قسم کا پردہ ڈال رکھا ہے۔تا کہ ان کا ایمان ''بالغیب'' بنا رہے جو کہ خدا کے نزدیک ایک قابل قدر چیز ہے۔اگر مردہ کی حالت کو زندہ اشخاص دیکھ لیا کرتے تو ہر شخص اس دردناک عذاب کے خوف یا اس لطف وکیفیت کے لالچ سے ایمان لے آیا کرتا اور ''ایمان بالغیب'' جس کا اعلیٰ رتبہ ہے جاتا رہتا۔اور کھرے کھوٹے اور نیک و بد کی تمیز نہ رہتی۔اور جو کیفیت عبادت ومحبت و اخلاص الٰہی کی ایمان بالغیب کی حالت میں ہوتی ہے وہ باقی نہ رہتی۔قبر کے عذاب یا اس میں چین وآرام حاصل ہونے اور اُس کے پاس والے کو خبر تک نہ ہونے کی ایک نہایت عام فہم مثال یہ ہے کہ جب آدمی سوتا ہے اور خواب کی حالت میں کبھی باغوں کی سیر کرتا ہے اور طرح طرح کے لطف اُٹھاتا ہے اور نہایت محفوظ ومسرور ہوتا ہے یا کسی وقت اپنے آپ کو کسی سخت مصیبت میں مبتلا دیکھتا ہے اور تکلیفوں سے گھبرا کر چیختا چلّاتا ہے تو ان حالتوں میں اس کے پاس بیٹھے ہوئے یا لیٹے ہوئے آدمی کو مطلق خبر نہیں ہوتی پس اسی طرح مردہ پر جو حالات گزرتے ہیں زندوں کو ان کا حال معلوم نہیں ہوتا۔

سوال: ''حشر اجساد'' یعنی قیامت کے دن بدن سمیت آدمیوں کو اُٹھنے کے متعلق کیا اعتقاد رکھنا چاہئے؟

جواب: اس کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ مرنے کے بعد سب لوگوں کو خدا تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا جیسا کہ اس نے پہلی بار

کیا ہے، پس تمام آدمی اپنی اپنی قبروں سے اُٹھ کھڑے ہوں گے اور ایک میدانِ خاص میں جمع ہوں گے اس مقام کا نام موقف ہے حق سبحان تعالیٰ میدان حشر میں ہر ایک شخص سے زندگی بھر کا حساب لے گا اور جو کچھ اس نے بُرا یا بھلا اپنی زندگی میں کیا ہے اس کا اقرار لے گا اور جو لوگ کہ اپنے افعالِ ناشائستہ سے انکار کرینگے اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء سے گواہی دلوائے گا۔ اس حالت میں اُن پر حجت قائم ہو جائے گی اور کسی عذر کا موقع ان کو نہ رہے گا۔ محشر میں ہر شخص اپنی ذرّہ بھر بھلائی اور ذرّہ برابر برائی کو جو کہ اس نے دنیا میں کی ہوگی دیکھ لے گا۔ کسی کے ساتھ بالکل ناانصافی نہ ہوگی۔ جس وقت اللہ تعالیٰ لوگوں کے حساب لے چکے گا اور ان کے افعال پر اُن سے اقرار کرالے گا اس وقت ان کے اعمال میزانِ عدل میں تولے جائیں گے تاکہ ہر شخص کو اپنے اعمل کی مقدار معلوم ہو جائے۔ پس جس کسی کو نیکیوں کا پلّہ بُرائیوں سے بڑھا رہے گا اُس کا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ شخص بڑی کامیابی کو پہنچے گا، اور جس کسی کا پلّہ برائیوں کی طرف جھکے گا اس کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا۔ وہ شخص نہایت خسارہ میں رہے گا اور طرح طرح کے سخت عذابوں میں مبتلا کیا جائے گا۔

نہایت صحیح صحیح روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ سوائے انبیاء، شہدا اور صدیقین کے سب لوگوں سے حساب لیا جائے گا اور سب سے باز پرس ہوگی۔

سوال: پرصراط کا حال بتلایئے کہ وہ کیا چیز ہے؟

جواب: پل صراط ایک لمبا پُل ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ قیامت کے دن وہ جہنم کے اوپر رکھا جائے گا تاکہ تمام آدمی اُس کے اوپر سے گزریں۔ مومنین اور صالحین کے قدم تو اُس پر جمیں گے اور یہ لوگ اس پل کے ذریعہ سے جنت میں پہنچیں گے۔ بعض نہایت تیزی سے گزر جائیں گے اور بعض آہستہ آہستہ چل کر جنت میں داخل ہوں گے، اور کافروں اور منافقوں کے قدم اُس پر لڑکھڑائیں گے اور وہ جہنم میں کٹ کر گر جائیں گے۔ مسلمانوں کو ایسے باریک پُل پر سے گزر جانا کچھ بعید از عقل نہیں ہے۔ جو قادر مطلق اپنی قدرت کاملہ سے پرندوں کو ہوا میں اُڑاتا ہے وہی اپنے بندوں کو اس نازک پُل پر سے بآسانی گزار دے گا۔

سوال: شفاعت کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہئے؟

جواب: شفاعت کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام، اولیائے کرام اور علمائے صالحین اور شہدائے عظام گنہگار مسلمانوں کے لئے سفارش کریں گے لیکن جن کے حق میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اجازت مل جائے گی صرف انہی کے لئے بارگاہ الٰہی میں عرض کرسکیں گے۔ بغیر اجازت کسی کے لئے سفارش نہ ہوگی۔

سوال: جن لوگوں کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے کیا اُن کی بھی سفارش ہوسکے گی؟

جواب: ہرگز نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو بھی کسی کافر کی سفارش کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا۔

سوال: حوضِ کوثر کیا چیز ہے؟

جواب: کوثر جنت میں ایک حوض ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ جو کوئی اس کا ایک گھونٹ پی لے گا۔ پھر کبھی اس کا پیاس نہ لگے گی۔ بعد

کو جو اہل جنّت مختلف نہروں کا پانی پیا کریں گے وہ محض لذت حاصل کرنے کی غرض سے پیا کریں گے۔

سوال: حساب وکتاب کے بعد گنہگار مسلمان کس حال میں رہیں گے؟

جواب: اللہ کے صالح بندے تو حساب وکتاب سے فارغ ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنّت میں چلے جائیں گے اور بے انتہا نعمتوں سے مستفید ہوں گے۔ منافق اور کافر ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے اور طرح طرح کے دردناک عذابوں میں گرفتار رہیں گے۔ منافق چونکہ علاوہ اصلی کافر ہونے کے مسلمانوں کے ساتھ دھوکا دہی سے پیش آتے رہے اس وجہ سے وہ جہنم کے نیچے کے طبقے میں داخل ہوں گے۔ جن میں سب طبقات سے زیادہ سخت عذاب ہے۔ گنہگار مومن کی حساب وکتاب کے بعد یہ حالت ہوگی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے فضل وکرم سے یا کسی کی سفارش سے بخش دیا تب تو وہ اُسی وقت جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اور ہمیشہ کے لئے وہیں ناز ونعم میں رہے گا۔ اور اگر خدانخواستہ اس کو معافی نہ دی گئی تو وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر آخر کار جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہوگا۔ غرض کہ گنہگار مومن بغرض تزکیہ وتصفیہ دوزخ میں جائے گا جیسے کہ چاندی یا سونے کو نکھارنے کی غرض سے ''کٹھالی'' میں تاؤ دیتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہر شخص جنت میں اپنے آپ کو آتش ریاضت ومجاہدہ سے نکھار لے تا کہ وہاں نوبت نہ آئے۔

سوال: جنت کی تعریف کیا ہے؟

جواب: نیک آدمیوں کے لئے جنّت ایک نعمت والا گھر ہے جس کی نعمتیں اور راحتیں ابدی ہیں۔ وہ ایسا گھر ہے جس میں ہر قسم کی پسندیدہ چیزیں جن سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو مسرت حاصل ہو موجود ہیں۔ اور اس میں وہ نعمتیں ہیں جن کو نہ کسی بشر نے دیکھا نہ سُنا۔ سب سے بڑی نعمت تو ''دیدار الٰہی'' ہے۔

سوال: جہنم کا بیان بھی کر دیجئے۔

جواب: جہنم ایک ایسا ہولناک مقام ہے کہ جہاں ہزاروں قسم کی مصیبتیں اور تکلیفیں ہیں جس میں نہایت خوفناک آگ روشن ہے۔ اس میں بدکار آدمیوں کو اور کافروں کو اور منافقوں کو داخل کیا جائے گا۔ وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے اور اپنی گمراہیوں پر افسوس کریں گے۔

سوال: ذرا مسئلہ تقدیر کو بھی سمجھا دیجئے۔

جواب: تقدیر کے متعلق یقین رکھنا چاہئے کہ بندوں کے جملہ افعال خواہ وہ اختیاریہ ہوں یا اضطراریہ مثل کھڑے ہونے اور بیٹھنے، کھانے، پینے اور بھلائی بُرائی مثل نماز، روزہ، خیرات اور شرابخوری، زناکاری یا لوگوں کی تکلیف دہی کے یہ سب کچھ خدائے تعالیٰ کے ارادے اور اس کی قدرت سے وقوع میں آتے ہیں اور جملہ امور کو حق تعالیٰ نے ازل میں جان رکھا ہے کہ فلاں شخص سے فلاں وقت فلاں جگہ یہ قول یا یہ فعل سرزد ہوگا۔

سوال: جب بندہ کا ہر ایک فعل خدا کے ارادے اور اسی کی قدرت سے سرزد ہوتا ہے تو پھر بندہ اپنے افعال پر کیونکر جزا اور سزا کا مستحق ہے۔ وہ تو مشیّت اور ارادۂ الٰہی سے مجبور ہے؟

جواب: بندہ اپنے افعال میں ہرگز مجبور نہیں ہے۔ افعال اختیاریہ میں اس کا اختیار ظاہر امر ہے۔ ہاں البتہ جو افعال اضطراریہ ہیں جیسے رعشہ والے شخص کا ہاتھ اور ہول دل والے کا دل لرزتا ہے یا

بوڑھے کی گردن بے ساختہ ہلتی ہے۔ ایسی حالتوں میں یہ اشخاص مجبور ہیں لیکن جو افعال کہ انسان اپنے ارادہ اور قدرت سے کرتا ہے اُن میں مجبور نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اختیار اور قدرت عطا فرمائی ہے اور عقل کا ایک ایسا روشن چراغ دیا ہے جس سے وہ ہر ایک بھلائی اور بُرائی کو سمجھ سکتا ہے۔ پس جب وہ اپنے اختیار سے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کام کرے گا، تو ثواب کا مستحق ہوگا اور اگر اس اختیار کو خدا کی نافرمانی میں صرف کریگا تو عذاب میں مبتلا ہوگا۔ یہ مسئلہ ایک مثال سے خوب ظاہر ہو جاتا ہے وہ یہ کہ ہر ایک شخص اپنے دنیوی منافع اور منصوبوں کے حاصل کرنے میں کیسی کچھ سعی کرتا ہے یا تکالیف اور مضرتیں دور کرنے کی باختیار خود کیسی کوششیں کرتا ہے، اگر مجبور ہے تو یہ منفعتیں حاصل کرنے اور مضرتوں کے دور کرنے کی کیوں تدبیر کرتا ہے اور انہی مشاغل میں کیوں شبانہ روز مشغول رہتا ہے، کیوں نہیں اپنے آپ کو مجبور سمجھ کر بیٹھا رہتا، کیوں بھوک کے وقت کھانا کھانے اور پیاس کی شدت کے وقت پانی پینے کیلئے دوڑتا پھرتا ہے۔ پس چونکہ ہر ایک نیک اور بد کام میں بندہ کا اختیار ظاہر ہے اسی لیے وہ جزا اور سزا کا عقلاً مستحق ہے۔ اس امر کی ایک روشن اور عام فہم مثال یہ بھی ہے جس کو ناسمجھ سے ناسمجھ آدمی بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ ہر ایک آدمی ہاتھ یا پاؤں خود بخود ہلانے اور رعشہ کے سبب سے ہلنے میں فرق اپنے اختیار اور بے اختیاری کا سمجھتا ہے، اور خوب جانتا ہے کہ میں جملہ افعال اختیاریہ اپنے اختیار سے کرتا ہوں جیسے لکھنا پڑھنا اور ان افعال کو اپنے ارادہ کی طرف منسوب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھ یہ میں نے لکھا ہے اور جس کا ہاتھ یا پاؤں یا سر رعشہ سے ہلتا ہے اس کو اپنے ارادہ اور اختیار کی طرف منسوب نہیں کرتا۔ ایسی حالت میں اگر اس کے ہاتھ سے چینی کا رکابی گر کر ٹوٹ جائے یا کانچ کا برتن پھوٹ جائے تو وہ اپنے مجبور ہونے کا عذر کرے گا۔ اور ہرگز اس فعل کو اپنے ارادہ اور اختیار کی طرف منسوب نہ کریگا۔ ان مثالوں سے ہر سلیم العقل انسان سمجھ سکتا ہے کہ مجھ سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں ایک وہ قسم کہ جس میں اس کے ارادہ اور اختیار کو دخل ہے۔ مثل کھانے پینے اور کسی کو مارنے اور گالی دینے کے۔ دوسری قسم کے وہ افعال ہیں کہ جن میں اس کا کچھ اختیار نہیں جیسے اُس کا پھسل کر گر پڑنا یا کسی چیز کا بے ارادہ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ جانا یا نادانستگی کی حالت میں کسی کے اُس کی ٹھوکر لگ جانا۔

بندہ کے افعال اختیاریہ پر دنیوی اور اُخروی سزائیں دونوں مرتب ہوتی ہیں۔ دنیوی سزا جیسے بید سے پٹنا یا جیل خانہ میں ہر قسم کی تکلیف بھگتنا۔ اُخروی سزا جیسے قبر اور حشر اور دوزخ کا عذاب جھیلنا۔ اور افعالِ غیر اختیاریہ پر دنیوی اور اُخروی دونوں۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مسلمان کو یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ اس کے تمام افعال و اقوال اور تمام حرکات و سکنات خواہ بھلے ہوں یا بُرے یہ سب اللہ تعالیٰ کے ارادے اور اس کی قدرت پر موقوف ہیں۔ اور ان سے اس کا علم قدیم متعلق ہے بھلائی سے وہ خوش ہوتا ہے اور بُرائی سے ناراض ہوتا ہے۔ اور بندہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک گونہ اختیار دیا ہے جس کو اختیار جزئی کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے افعالِ خیر پر اس کو دنیوی یا اُخروی جزا اور سزا ملتی ہے اور وہ اپنے افعال اختیاریہ میں کوئی معقول عذر پیش نہ کر سکے گا۔ اور وہ کسی طرح معذور نہ سمجھا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اس لیے یہ بالکل ممکن نہیں کہ جن افعال کے کرنے میں اُن کے ارادے اور اختیار

ذاتی کا کچھ لگاؤ نہ ہو اُس پر بندوں کو سزا دے۔

عقائد سے متعلق ضروری معلومات

سوال: کیا خدا کو کوئی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھنا عقل کے نزدیک ممکن ہے۔ لیکن دنیا میں یہ شرف کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ پاک میں فرماتا ہے: لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ (جسم کی آنکھیں خدا کو دیکھ نہیں سکتیں) ہاں اللہ تعالیٰ جنّت میں مؤمنین کی آنکھوں میں وہ قوت عطا فرمائے گا کہ مؤمنین اُس کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور جنت کی تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت دیدار الٰہی ہوگی قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ چنانچہ کلامِ پاک میں آیا ہے: وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ اُس دن لوگوں کے مُنہ تر و تازہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔ پس ثابت ہے کہ مؤمنین اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن بلا کیف اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ لیکن کافروں کی آنکھیں اُس کے شرفِ دیدار سے محجوب و محروم ہوں گی تا کہ اُن کی حسرت بڑھے۔ اُن کو ندامت حاصل ہو اور وہ اپنی گمراہیوں پر آنسو بہائیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے منہ تر و تازہ ہوں گے۔ یہ ارشاد اُن لوگوں کے لیے ہے جو دنیا سے ایمان سلامت لیکر گئے ہوں گے اور متقی و پرہیز گار ہوں گے۔

سوال: جبکہ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے تو پھر کیونکر اُس کو جان سکتے ہیں؟

جواب: دنیا میں جتنی چیزیں ہیں سب اللہ تعالیٰ کی صفاتِ عظیمہ کے مظاہر ہیں مثلاً زمین اور جو کچھ اُس میں حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ ہیں اور آسمان چاند، سورج، ستارے وغیرہ جو کچھ اس میں موجود ہیں یہ سب خدا تعالیٰ کی صفت تعلق کا مظہر ہیں۔ ایک چیونٹی سے لیکر ہاتھ تک کو رزق پہنچانا یہ اُس کی صفت رزاقی کا ظہور ہے۔ ایک قطرۂ منی سے انسان و حیوان اور ایک تخم سے اقسام اقسام کی جڑی بوٹی اور درختوں کا پیدا کر دینا یہ اُس کی صفت قدرت کا ظہور ہے۔ پس جیسا کہ کوئی چھوٹے سے مکان کو دیکھ کر یقین کی راہ جان لیتا ہے کہ یہ ضرور کسی کاریگر نے بنایا ہے یا جو کہیں ایک دو حرف بھی لکھے ہوئے نظر آتے ہیں تو وہ کسی لکھنے والے کا یقین دلاتے ہیں اگرچہ نہ اُس کو دیکھا ہو اور نہ اُس کی خبر ہو۔ یا اگر کہیں راستہ پر نشانِ قدم آدمی یا چرند و پرند کا دیکھا جاتا ہے تو ضرور جان لیا جاتا ہے کہ یہاں سے کوئی آدمی یا جانور گزرا ہے۔ پس جبکہ انسان اپنی عقل سے جو کہ ایک رہبر ہے ادنیٰ سے مکان یا ایک دو حرف یا نشانِ قدم سے سمجھ لیتا ہے کہ یہ کسی کا بنایا ہوا ہے ایسا ہی زمین و آسمان اور جو کچھ ان دونوں میں ہے اور رات و دن کی آمد و شد اور بہار و خزاں اور صحت و مرض و دیگر انقلابات عالم کو دیکھ کر ضرور جان لیا جاتا ہے کہ ایک ذات قادر مطلق، خالق و رزاق، محی و ممیت، حکیم و جلیل ضرور موجود ہے۔ جس کا قبضہ اور تصرّف دنیا کے تمام کاموں میں ہے۔

ان تمام چیزوں کو دیکھ کر بھی اگر کوئی شخص اللہ پر ایمان نہ لائے اور یقین نہ کرے تو یقیناً وہ دیوانہ ہے۔

سوال: میں اس سلسلہ میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا دنیا میں کوئی ایسی نظیر پائی جاتی ہے کہ کسی چیز کا وجود تو ثابت ہو لیکن وہ نظر نہ آتی ہو؟

جواب: بے شک اس قسم کی نظیر مخلوقات میں موجود ہے۔ مثلاً روح، ہر ایک جاندار میں موجود ہے، ہر شخص کو اس کے ہونے کا

یقین ہے۔کسی کو انکار نہیں اگر چہ وہ کسی کو نظر نہیں آتی لیکن تاہم اُس کے آثار سے اُس کے موجود ہونے کا کلّی یقین رکھتے ہیں اور اگر اُس کو حقیقت کسی کو معلوم نہیں لیکن اقرار سب کو ہے۔پس جیسا کہ ہم روح کے موجود ہونے کو اُس کے آثار سے جانتے ہیں اور اس کا مشاہدہ ہم کو اپنی آنکھوں سے میسّر نہیں اور نہ عقل کے زور سے ہم اس کی حقیقت کو دریافت کرسکتے ہیں۔ایسا ہی ہم اللہ تعالیٰ کو اُس کے آثارِ قدامت اور دیگر صفات جلیلہ سے جانتے ہیں۔اگر چہ ہماری ظاہری آنکھیں اُس کی دید سے قاصر ہوں۔

سوال: کیا آپ روح کی حقیقت کو سمجھا سکتے ہیں؟

جواب: روح کی حقیقت کے متعلق غور وفکر کرنا اور اُس کی ماہیت میں بحث کرنا جائز نہیں کیونکہ جب عقل اُس کی حقیقت کے ادراک سے قاصر ہے تو پھر سوائے وقت ضائع کرنے کے اور کیا حاصل ہے"محال" کے درپے ہونا عقلِ سلیم بیجا سمجھتی ہے، دنیا کے بڑے بڑے عقلمندوں اور فلاسفروں نے تسلیم کیا ہے کہ روح کا ادراک عقل سے نہیں ہوسکتا۔باوجود یہ کہ ہر انسان میں یہ موجود ہے۔یہاں یہ مسئلہ بھی طے ہوجاتا ہے کہ جب عقلِ انسانی اس قدر عاجز وقاصر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک پیدا کردہ شئے کی حقیقت دریافت نہیں کرسکتی تو پھر اللہ تعالیٰ جل شانہ جو سب کا خالق ومالک ہے اُس کی ذاتِ برتر وبے مثل کی حقیقت کیونکر معلوم کرسکتی ہے۔

سوال: معراج کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہئے؟

جواب: معراج کا ذکر قرآنِ پاک کی اس آیت میں ہے:
سُبۡحَانَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَی معراج کی شب اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ سلم کو آسمان پر بُلا یا۔اور آپ کی مُلاقات سے ملاء اعلیٰ کو عزت بخشی۔حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آسمانوں پر تشریف لیجانے اور جنت و دوزخ کی سیر کرنے اور خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ذکر صحیح صحیح حدیثوں میں آیا ہے،اریہ تمام باتیں حق ہیں،کیونکہ ان تمام باتوں کی خبر دنیا کے سب سے زیادہ سچے اور برگزیدہ شخص نے دی ہے۔یہ باتیں عقلِ سلیم کے نزدیک بھی قابل یقین اور قابل تسلیم ہیں کیونکہ جس ذات نے پرندوں کو ہوا میں اُڑایا اور ستاروں کو ایسا تیز رفتار بنایا کہ ایک منٹ میں جس قدر دور دراز مسافت کو وہ طئے کرلیتے ہیں آدمی اُس مسافت کو سو برس میں بھی طے نہیں کرسکتا۔پس اگر وہ قادرِ ذوالجلال اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آسمانوں پر لے گیا تو کیا مشکل ہے۔وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اُس کو ہر بات آسان ہے۔

سوال: اچھا یہ بتلایئے کہ"دُعا" اپنے حق میں یا کسی غیر کے لئے نفع دیتی ہے؟اور یہ بھی بتلایئے کہ کیا زندہ شخص کے صدقہ دینے کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے؟

جواب: دُعا کرنا،تضرع کرنا،اللہ کو پسند ہے کیونکہ اس سے بندہ کا انکسار ظاہر ہوتا ہے۔اور صدقہ دینا بھی خدا کو مرغوب ہے۔ہر دونوں چیزیں زندوں اور مُردوں کو نفع پہنچانے والی ہیں۔صحیح حدیثوں میں ان کا ثبوت موجود ہے۔

سوال: جنت کی نعمتیں روحانی ہیں یا جسمانی؟ اور دوزخ کا عذاب بھی روحانی ہے یا جسمانی؟ اور جنت کی نعمتیں اور دوزخ کا عذاب دائمی ہے یا عارضی؟

جواب: جنت میں دونوں قسم کی نعمتیں ہیں، روحانی بھی

اور جسمانی بھی، روحانی تو روح کی فرحت حاصل کرنے کے لیے جیسا کہ خدا کا دیدار اور جسمانی نعمتیں اس لئے کہ جسم اُن سے لذت حاصل کرے جیسے کھانا پینا وغیرہ جنت میں حاصل ہوگا۔ اور دوزخ میں بھی دونوں طرح کے عذاب ہیں یعنی روحانی اور جسمانی دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جنت کی نعمتیں اور دوزخ کے عذاب دائمی ہیں کبھی منقطع نہ ہوں گے اور جو اُن میں داخل ہوں گے وہ ہمیشہ کو اُنہی میں رہیں گے۔ اور وہ دونوں اس وقت بھی موجود ہیں اُن کی جگہ کی خبر خدا کے علم میں ہے۔ ہمارے علم الیقین کے لیے شارع علیہ السلام کا فرمانا کافی ہے۔

سوال: قیامت کی کیا کیا نشانیاں ہیں؟

جواب: قیامت کی نشانیاں تو بہت سی ہیں لیکن ہم پانچ نشانیاں بیان کرتے ہیں جن کو علاماتِ کبریٰ کہتے ہیں۔

اوّل: دجّال کا ظاہر ہونا۔ وہ ایک کانا آدمی ایسے وقت میں ظاہر ہوگا کہ اکثر لوگوں کا ایمان نہایت ضعیف ہوگا۔ علم دین کم ہو جائے گا۔ وہ مردود خدائی کا دعویٰ کرے گا اور بعض عجیب وغریب شعبدے دکھلائے گا۔ ضعیف الایمان اُس کے دامِ تزویر میں گرفتار ہو جائیں گے اور اُس کا اتباع کریں گے۔ وہ ایمان سے محروم ہو کر کافر ہو جائیں گے۔

دوم: ''دابتہ الارض'' کا زمین سے نکلنا۔ وہ انسانوں کے مُنھ پر ''ایمان'' یا ''کفر'' کی مہر لگائیگا۔ جو نام کے مسلمان ہوں گے اُن کی حقیقت کھل جائے گی اور جو منافق ہوں گے اُن کا نفاق ظاہر ہو جائے گا۔

سوم: ''آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا'' جس روز آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا اُس روز توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ پھر کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی۔

چہارم: ''یاجوج ماجوج کا نکلنا'' یاجوج ماجوج بھی ایک قسم کے آدمی ہیں نہایت مفسد، نہائت شریر، ظالم، جابر، سنگدل اور خوفناک صورت کھنے والے ہیں۔ روایت مشہور ہے کہ کسی درّہ میں وہ بند ہیں، اُس درّہ کے چاروں طرف نہایت مضبوط اور مستحکم دیواریں ''ذوالقرنین'' بادشاہ نے بنوائی تھیں تاکہ خدا کی مخلوق ان کی شرارتوں سے محفوظ رہے۔ قیامت کے قریب وہ دیواریں گر پڑیں گی اور راستہ کھل جائے گا۔ تب وہ ظالم باہر نکل کر فساد برپا کریں گے اور لوگوں کو اپنے ظلم وستم سے تباہ کرینگے۔

پنجم: ''نزولِ عیسیٰ علیہ السلام'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت آسمان پر زندہ ہیں۔ قیامت کے قریب وہ زمین پر آئیں گے، اور خدا کی زمین پر جو فسادات اور فتنے برپا ہو رہے ہوں گے ان کو مٹائیں گے۔ اہل اسلام کی نازک حالت کو سنبھالیں گے اور بہترین انتظامات فرمائیں گے۔

چونکہ آخری نبی ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار پاچکے ہیں اس لیے ان کو کوئی جدید شریعت نہیں ملے گی اور وہ کسی نئے مذہب کی اشاعت نہیں کریں گے۔ بلکہ شریعت محمدی کا ہی اتباع کرینگے۔ مسلمانوں میں جو شرک وکفر کی رسمیں اور بد اعمالیاں شائع ہو چکی ہوں گی حضرت مسیح علیہ السلام اُن کو دور فرما کر اسلام کی صحیح تعلیم سکھائیں گے۔ اور مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت فرمائینگے۔ یہ قیامت کی آخری نشانی ہوگی۔

☆☆☆☆☆

حضرت امیر خسروؒ بحیثیت لسانی موجد: اردو کے اولین معمار

از: توصیف پرویز محمد مظفر، اردو رابطہ کار ایس سی ای آر ٹی، پونے۔

ہندوستان کی سرزمین ہمیشہ تہذیبوں، زبانوں، عقائد اور ثقافتوں کے باہمی امتزاج کی علامت رہی ہے۔ اس امتزاج میں جو شخصیت سب سے نمایاں حیثیت رکھتی ہے، وہ حضرت امیر خسرو دہلویؒ (1253-1325ء) ہیں۔ جو نہ صرف شاعر، موسیقار اور صوفی تھے بلکہ ایک لسانی موجد اور ثقافتی معمار بھی۔ انھوں نے فارسی کی لطافت اور ہندوی کی سادگی کو یکجا کر کے ایک ایسی زبان کی بنیاد رکھی جو آگے چل کر اردو کہلائی۔ خسرو کا لسانی کارنامہ صرف زبان سازی نہیں بلکہ تہذیبی ہم آہنگی، انسان دوستی، اور روحانی وحدت کی عملی تفسیر ہے۔

تعارف: ہندوستانی تہذیب کی تاریخ زبانوں کے امتزاج سے مزین ہے۔ عربی، فارسی، سنسکرت اور مقامی بولیوں کے ملاپ نے یہاں ایک نئی فکری ولسانی فضا تشکیل دی۔ مگر اس امتزاج کو شعوری صورت دینے والا پہلے شخص حضرت امیر خسرو دہلویؒ تھے۔ انھوں نے درباری فارسی اور عوام کی ہندوی کے درمیان ایک نیا لسانی پل قائم کیا، جس کے نتیجے میں وہ زبان وجود میں آئی جس نے بعد میں برصغیر کی مشترکہ تہذیب کی نمائندگی کی اردو زبان۔

حضرت امیر خسروؒ ایک ہمہ گیر شخصیت: حضرت امیر خسروؒ کا اصل نام ابوالحسن یمین الدین تھا۔ ان کے والد ترک النسل اور والدہ ہندوستانی تھیں، اس طرح ان کے وجود میں دو تہذیبوں کا حسین امتزاج موجود تھا۔ دہلی سلطنت کا علمی ماحول، درباری ثقافت، اور حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الہیؒ کی صحبت نے انھیں روحانی اور فکری وسعت عطا کی۔ ان کی شخصیت کے مختلف پہلو شاعر، مورخ، موسیقار، صوفی اور ماہر زبان سب ایک ہی نکتے پر مرتکز نظر آتے ہیں۔

"زبان وفن کے ذریعے انسانوں کے دلوں کو جوڑنا"

اردو کے ارتقاء کا تاریخی پس منظر: مسلمانوں کی آمد کے بعد عربی و فارسی علمی زبانوں کے طور پر مستحکم ہوئیں، جبکہ عوامی سطح پر ہندوی یا ہندی بولی رائج تھی۔ دربار کی زبان فارسی اور عوام کی زبان ہندوی ہونے کے باعث ایک لسانی خلیج پیدا ہوگئی تھی۔ حضرت امیر خسروؒ نے ان دو متضاد لسانی دھاروں کو جوڑ کر ایک نئی زبانی فضا پیدا کی، جس میں فارسی کی شکوہ پسندی اور ہندوی کی سادگی یکجا ہوگئی۔ محمد حسین آزاد کے مطابق:

حضرت امیر خسروؒ نے دہلی کی بولی کو فارسی کے قالب میں ڈھال کر ایک نئی زبان کی بنیاد رکھ دی، جسے ہم آج اردو کے نام سے جانتے ہیں۔ (آب حیات صفحہ (32)

حضرت امیر خسروؒ کا لسانی تجربہ اور اختراعی طرز بیان: حضرت امیر خسروؒ نے زبان کے ساتھ تخلیقی تجربات کیے۔ انھوں نے فارسی الفاظ، ترکی تراکیب، اور ہندوی نحوی ساخت کو ایک نئے توازن میں ڈھالا۔ ان کے ہندوی اشعار اس تجربے کی جیتی جاگتی مثال ہیں:

"کھے لن کو چلے خسرو ساجن، باجیوری مورے پائل نینن میں نیند نہ آوے"

"گوری سوئے سیج پر مکھ پر ڈالے کیس، چل خسرو گھر آپنے، رین بھئی چو دیس"

یہ اشعار عوامی زبان کی فطری مٹھاس، لسانی موسیقیت، اور روحانی رنگ کا حسین امتزاج ہیں، جو آگے چل کر اردو کے لہجے اور آہنگ کا بنیادی سنگ میل بنے۔

اردو کی ساخت پر حضرت امیر خسروؒ کے اثرات: اردو زبان کی ساخت الفاظ، جملہ سازی، اور صوتی نظام میں حضرت امیر خسروؒ کے

© https://www.khwajamasamizami.life

اثرات نمایاں ہیں۔انھوں نے فارسی کی ترکیب سازی کو ہندوی کے جملاتی سانچے میں ڈھال کر اردو کی نحوی وصوتی بنیاد رکھی۔

ڈاکٹر شوکت سبزواری رقم طراز ہیں: اگر اردو کو ایک لسانی تجربے کا حاصل کہا جائے تو اس تجربے کے اولین ماہر حضرت امیر خسروؒ ہیں۔ ان کے کلام میں اردو کے صوتی ونحوی خدوخال واضح طور پر ملتے ہیں۔ (اردو کی ابتداص (57)

فارسی و ہندوی کا تخلیقی امتزاج: حضرت امیر خسروؒ نے کہا تھا:" ترکی ہوں، ہندوی بولتا ہوں، فارسی میں لکھتا ہوں۔" یہ بیان ان کے کثیر الثقافتی شعور کا عکاس ہے۔انھوں نے زبان کو تفریق نہیں بلکہ وصال کا ذریعہ بنایا۔ان کے نزدیک زبان محض اظہار نہیں بلکہ انسانی ربط کا وسیلہ تھی۔یہی فکر بعد میں اردو کے مشترکہ تہذیبی مزاج میں رچ بس گئی۔

عوامی رنگ،موسیقیت اور روحانیت حضرت امیر خسروؒ کی زبان میں عوامی بول چال کے محاورے،گیتوں کی روانی،اور صوفیانہ وجد کی گہرائی پائی جاتی ہے۔آپ کی مشہور نظم: چھاپ تلک سب چھینی رے موسے نیناں ملائی کے محض ایک غزل نہیں بلکہ زبان وروح کا نغمہ ہے وہ نغمہ جو انسان کو خود سے بلند کرکے الوہی احساس سے جوڑتا ہے۔ حضرت امیر خسروؒ کی زبان کی موسیقیت نے اردو شاعری کی روایت میں نغمگی،لطافت، اور فکری نرمی کو جنم دیا،جس نے آگے چل کر میر وغالب تک کو متاثر کیا۔

صوفیانہ فکر اور لسانی انسان دوستی: حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہیؒ کی قربت نے حضرت امیر خسروؒ کو یہ سبق دیا کہ روحانیت کا کمال انسان دوستی میں ہے۔وہ کہتے ہیں:" میں نہ ہندو ہوں،نہ مسلمان،میں صرف انسان ہوں" یہی جذبہ اردو زبان کے بنیادی مزاج میں شامل ہوا۔اردو نے مذہب،ذات،نسل،اور طبقے سے بالا تر ہو کر انسانی وحدت کا پیغام دیا اور یہ پیغام حضرت امیر خسروؒ کی روحانی بصیرت کا تسلسل ہے۔

بعد کے شعرا پر حضرت امیر خسروؒ کے اثرات: حضرت امیر خسروؒ کے لسانی ورثے نے ولی دکنی،میر تقی میر،سودا،مصحفی اور غالب جیسے شعرا کی تخلیقی بنیادیں مضبوط کیں۔

شبلی نعمانی کے مطابق:" اگر حضرت امیر خسروؒ نہ ہوتے تو اردو کی صورت کچھ اور ہوتی؛ وہ اردو جس کی بنیاد حضرت امیر خسروؒ نے دہلی میں رکھی،دکن میں پروان چڑھی،اور بعد میں پورے ہندوستان میں پھیلی۔" (شعر العجم،جلد 1،ص (103)

ادبی وتہذیبی تناظر میں حضرت امیر خسروؒ کا مقام: حضرت امیر خسروؒ کا کارنامہ محض ایک زبان کی تخلیق نہیں،بلکہ ایک تہذیب کی تعمیر ہے۔انھوں نے ہندوستانی معاشرت کو لسانی وحدت عطا کی۔ان کے کلام میں تعصب کی نفی اور محبت کی ترویج نمایاں ہے۔اردو دراصل حضرت امیر خسروؒ کے اسی خواب کی تعبیر ہے۔وہ زبان جو انسانوں کے درمیان رشتہ محبت قائم کرتی ہے۔

نتیجہ: حضرت امیر خسروؒ نے زبان کو دلوں کے قریب لانے کا ذریعہ بنایا۔ انھوں نے ہمیں یہ سبق دیا کہ:" زبانیں دیوار نہیں،دروازے ہیں جو دلوں کو قریب لاتی ہیں،دور نہیں کرتیں۔" اس اعتبار سے حضرت امیر خسروؒ کو بجا طور پر اردو کا اولین معمار کہا جا سکتا ہے وہ معمار جنہوں نے لفظوں کی اینٹوں سے محبت کا محل تعمیر کیا،جو سات صدیوں بعد بھی قائم ودائم ہے۔

حوالہ جات:

(1) شبلی نعمانی،شعر العجم،جلد 1 مطبع نول کشور،لکھنو،1909ء۔
(2) محمد حسین آزاد،آب حیات،انجمن ترقی اردو،دہلی،1944ء۔
(3) ڈاکٹر شوکت سبزواری،اردو کی ابتدا،انجمن ترقی اردو،کراچی،1961ء۔
(4) ڈاکٹر گیان چند جین،اردو کا ابتدائی زمانہ،اردو اکیڈمی،دہلی،1981ء۔
(5) خلیق انجم،اردو زبان اور امیر خسروؒ،ادارہ فروغ اردو،نئی دہلی،1998ء۔
(6) ڈاکٹر مسعود حسین خاں،اردو کا لسانی ارتقاء،مرکزی اردو بورڈ،لاہور،

© https://www.khwajaasamizami.life

مغرب میں امیر خسرو پر تحقیق

ہاشمی ایس اے ساجد ایس سے وحید (ریسرچ اسکالر)
رابطہ: +91-9665710701
ساوتری بائی پھلے پونے یونیورسٹی، پونے

مختصر تعارف: امیر خسرو (۱۲۵۳۔۱۳۲۵ء)) پورا نام ابوالحسن یمین الدین خسرو، کی ولادت باسعادت ۱۲۵۳ء میں اتر پردیش کے ضلع ایٹہ کے پاس پٹیالی میں ہوئی۔ ان کے والد ماجد ترکی نژاد تھے اور والدہ محترمہ راجپوت خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ شیخ المشائخ سے جاری صوفی سلسلے کے حوالے سے حضرت نظام الدین اولیاءNizāmuddīn Auliyā دہلوی کے مرید تھے، محفل سماع کی جان تھے اور انہوں نے اپنے پیر و مرشد کی شان میں مناقب و مناجات تخلیق کئے اور مترنم ادا کئے۔

خسرو کا عہد، فن اور فکری، تاریخی و تہذیبی تناظر میں خسرو کا زمانہ عہدِ تغلق و خلجی کا زمانہ تھا سیاسی کشمکش اور تہذیبی اختلاط کا دور تھا اور شمالی ہندوستان کی سلطنتِ دہلی کے کل آٹھ درباروں میں بطور دربار ی شاعر و گلو کار و موسیقار کے مقام پر فائز تھے۔ تاہم انہوں نے محض درباری شاعر ہونے کا داغ سے اپنے دامن کو داغدار ہونے نہیں دیا۔ تاہم آپ بیک وقت بطور عوامی شاعر بھی مقبول و معروف رہے ہیں۔ یہ وہ وقت تھا جب ہندوستان میں فارسی درباری زبان کے منصب پر فائز تھی، مگر مقامی لہجوں کی تاثیر نے اس زبان کو ایک نئی مٹھاس عطا کی۔ خسرو نے اسی امتزاج کو اپنی شاعری، موسیقی اور زبان و لہجے میں سمو دیا۔ لسانی و ادبی و وجدانی جدت کے حوالے سے اگر اردو زبان کی کل تاریخ کو سات تا آٹھ صدیوں پر محیط تسلیم کرلیا جائے تو امیر خسرو کو نہ صرف ریختہ، ہندوی، (ابتدائی اردو) کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے بلکہ انہیں اردو کا اولین شاعر ہونے اعزاز بھی میسر ہے جنہوں نے عصبیت سے پاک عالمی نیز مشرق و مغرب کے فکری و لسانی رویئوں کو ایک نئی جہت عطا کی۔ ان کا تعارف نہ صرف بطور ایک عظیم شاعر تھے بلکہ موسیقار، مورخ، موجدِ قوالی، اور ثقافتی سفیر بھی بصد تفاخر کیا جاتا رہا ہے۔

خسرو نے ہندوستانی معاشرت، لسانی آمیزش جیسے اردو، فارسی، ترکی، عربی، ہندی، اپ بھرنش اور برج بھاشاؤں کے امتزاج کو اپنی تخلیقیت طبع رساء اور رواں شعر گوئی کے طفیل شعری زبان و قالب عطا کیا ہے کہ وہ برصغیر کی مشترکہ تہذیب کا استعارہ بن گئے۔ ان کی شاعری میں بیک وقت عشقِ حقیقی، انسان دوستی، قومی یکجہتی، رواداری، اور وحدت الوجود کی روح کارفرما ہے۔ یہی وہ خصوصیات ہیں جنہوں نے مغرب کے مفکرین کو بھی ان کی طرف متوجہ کیا۔ مغربی ماہرین لسانیات بالخصوص مستشرقین نے ان کا مطالعہ جنوبی ایشیائی لسانی ارتقاء کے نقطۂ نظر سے کیا، کیونکہ انہوں نے جو فی زمانہ بھی یکساں مقبول و معروف ہے۔ جہاں انہوں نے اکثر و بیشتر اصناف سخن نہ صرف ایجاد و استعمال کیں بلکہ ان موضوعات میں اپنی چیدہ چیدہ سرگرمیوں سے واقف کروایا اور آئندہ دور کے لئے مشعل راہ ثابت ہوئے۔

موسیقی اور جمالیاتی نقطہ نظر کے حوالے سے مغرب میں امیر خسرو کو ہندستانی کلاسیکی موسیقی کا موجدِ ثانی سمجھا جاتا ہے، بالخصوص مناقب و مناجات، قوالی، ترانہ، اور خیال، پہیلی اور کہہ مکرنیوں جیسی اصناف سخن کو زیور موسیقی سے آراستہ کر کے انہیں فروغ دینے سے متعلق ان کی کاوشات کی بنا پر ان کی خدمات نا قابل فراموش ہیں۔

© https://www.khwajahasanizami.life

ان کو موسیقی کے چند نئے انداز ترنم اختیار کرنے کا اور ہندوی زبان کے استعمال کا بانی قرار دیا جاتا ہے۔ مشہور روایت یہ ہے کہ انہوں نے بھجن ابھنگوں اور ہندو پوجا آرادھنا میں کارآمد تال کے ساز'' مردنگ'' کو دو حصوں میں چاک کر کے کلاسیکی موسیقی کے اہم تال کے ساز'' طبلے'' کی ایجاد و تشکیل کیا

حضرت امیر خسرو کو برصغیر کے سب سے اہم ہشت پہلوی شخصیت کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ ان کی حیات، فن اور اثرات پر ہندوستان و پاکستان میں اکثر و بیشتر تحقیقات کا سلسلہ جاری رہتا ہے، مگر مغربی ممالک یعنی یورپ، شمالی امریکہ، آسٹریلیا وغیرہ میں ان کی حیثیت، مطالعہ، تفسیر و تجزیہ نسبتاً کم ہے۔

اہل مغرب کے تناظر میں امیر خسرو:

ان کی اسی موسیقیت کے طفیل مغربی محققین و مستشرقین نے ان کی تخلیقات کو "aesthetic mysticism" کے تحت جانچا اور پرکھا اور اس کے معیار کا تعین کیا۔ ادبی جدت اور عالمی اثرات ان کے دوہوں اور گیتوں نے بھگتی تحریک پر مثبت اثر ڈالا، جس سے بین المذاہب ثقافتی روابط نمایاں ہوئے۔ مغربی محققین اس پہلو کو ہند-اسلامی تعامل کی علامت کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ مغرب میں امیر خسرو پر تحقیق کی اصل وجہ ان کا تہذیبی، روحانی، اور لسانی ہمہ جہت امتزاج ہے اور قومی یکجہتی پر منحصر ورثہ ہے، جس نے انہیں نہ صرف برصغیر بلکہ عالمی فکری تاریخ کا ایک زندہ استعارہ بنا دیا۔ امیر خسرو پر مغربی ممالک میں ہونے والی تحقیق ایک دلچسپ علمی و فکری سفر کی عکاسی کرتی ہے جو عصبیت سے پاک مشرقی تصوف، لسانیات، موسیقی، اور ثقافتی امتزاج کی مغربی فہم کے ساتھ وابستہ ہوئی ہے۔

برصغیر ہندو پاک کے علاوہ مغربی ممالک میں بھی ان پر قابل ذکر تحقیقی کام ہوا ہے، خصوصاً برطانیہ، امریکا، فرانس اور اٹلی میں، جہاں انہیں ہندو مسلم تہذیبی امتزاج، صوفی فکر، اور بین الادیان ہم آہنگی کے پیکر کے طور پر جانچا و پرکھا گیا ہے۔ ان کی شخصیت کو بطور ''طوطیٔ ہند'' شاعرِ کُل'' قبول کیا گیا ہے۔ امیر خسرو پر مغرب میں تحقیق کی ابتدا بیسویں صدی کے اوائل میں ہوئی، جب برصغیر کی صوفیانہ تحریکوں، فارسی ادب، اور ہند اسلامی ثقافت پر مغربی مستشرقین کی توجہ میں اضافہ ہوا۔ مغربی دنیا میں خسرو کو خاص طور پر برج بین الثقافتی علامت، صوفی شاعر، اور سنگیت کے موجدوں میں ایک کلیدی شخصیت کے طور پر دیکھا گیا۔ اہم مغربی محققین اور ان کی تحقیقات A.J.Arberry انھوں نے فارسی صوفیانہ شاعری میں امیر خسرو کے کردار کا تذکرہ اپنی کتاب Classical Persian Literature(1958)) میں کیا۔ وہ خسرو کو" cultural bridge between Iran and India" کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ Annette Beveridge خسرو کے فارسی اور ہندی تعلقات پر جزوی تحقیقی نوٹس پیش کیے۔ ان کے کام نے فارسی-ہندوی لسانی امتزاج کو مغربی ادب میں متعارف کرایا۔ Simon Digby امیر خسرو پر تحقیق کرنے والے نمایاں برطانوی محقق تھے۔ ان کا کام Sufis and Soldiers in Awrangzeb's Deccan اور دیگر مضامین میں خسرو کی تاریخی و سماجی حیثیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ Sunil Sharma (امریکہ) اگرچہ جدید دور کے محقق ہیں مگر مغربی اداروں سے وابستہ ان کا کام The : Khusraw Amir Poet of Hindustan خسرو کی بین الثقافتی شناخت اور ان کے صوفیانہ شعور کی تعبیر نو پیش کرتا ہے۔ Carl Ernst انھوں نے خسرو کی تصنیفات اور چشتیہ سلسلے کے دینی و شعری اثرات کا مطالعہ کیا، خاص

© https://www.khwajahasanizami.com

طور پر نظام الدین اولیاء کے تعلق سے تحقیقی موضوعات کی نوعیت زبان و بیان کے حوالے سے خسرو کے دولسانی (فارسی و ہندوی) اسلوب کو "linguistic hybridity" کے تصور سے وابستہ کر دیا گیا۔ صوفیانہ فکر و موسیقی کے حوالے سے ان کے قوالیوں، راگوں اور موسیقی میں تجربات کو" Islamic aesthetics in Indian setting" کے تحت ایجاد قرار دیا گیا۔ ثقافتی امتزاج کے حوالے سے خسرو کو مغرب میں" father of Indo-Islamic synthesis" کہا جاتا ہے۔ شاعری کی تشریح کے حوالے سے مغربی نقادوں نے ان کے غزل و مثنوی اسلوب کو Persian Sufism کے دائرے میں تحلیل کیا۔ معروف ادارے Harvard University، Columbia University، SOAS، (London University)، Oxford University اور University of Chicago میں جہاں خسرو پر تحقیق ہوئی متعدد مقالات اور تحقیقاتی مقالے لکھے گئے۔ Journal of the Royal Asiatic Society اور Iran and the Caucasus جیسے اہم رسائل و جرائد میں امیر خسرو پر تحقیقی مضامین شائع ہوئے۔ کلی طور پر مغربی محققین نے خسرو کو نہ صرف ایک شاعر بلکہ ایک تہذیبی مفکر اور کثیر الثقافتی ہندستان میں بطور نمائندہ و ترجمان پیش کیا۔ مغربی علمی دنیا میں خسرو کے فکری زاویے امریکہ اور یورپ کی جامعات نے خسرو کے کلام کا مطالعہ عصبیت سے پاک صوفیانہ نظریات، عشقِ حقیقی، اور کثیر الثقافتی افکار کے تناظر میں کیا۔ بوسٹن یونیورسٹی کے پروفیسر سنیل کمار شرما اور انڈیانا یونیورسٹی کے پال لوسنسکی نے مشترکہ طور پر" In the Bazaar of Love: The Selected Poetry of Amir Khusrau" میں خسرو کے منتخب اشعار کا انگریزی ترجمہ اور تنقیدی تجزیہ پیش کیا۔ اسی طرح پراگ، آکسفرڈ، اور ہارورڈ یونیورسٹیوں کے محققین و مستشرقین نے خسرو کے تصوف کو بین الثقافتی مکالمے کے تناظر میں پیش کیا، اور انہیں اس پیشرو شاعر کے طور پر دیکھا جو مختلف مذہبی و روحانی نظاموں کے درمیان ربط قائم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اٹلی اور یورپ میں تقابلی مطالعہ اٹلی میں Giulia Franceschini کی تحقیقی تصنیف" Mysticism, Love and Poetry: A Comparative Study of Amir Khusrau and Jacopone da Todi" ایک غیر معمولی مثال ہے۔ اس تقابلی مطالعے میں مصنفہ نے خسرو اور اطالوی صوفی شاعر Jacopone da Todi کے تصوف اور عشق الٰہی کے نظریات میں مماثلت اور اختلافات کا باریک بینی سے مطالعہ کیا۔ وہ اس نتیجے پر پہنچتی ہیں کہ دونوں شعرائے قدیم نے عشقِ الٰہی کو انسانی تجربے کے اظہار کا ذریعہ بنایا، اگرچہ ان کے مذہبی اور ثقافتی سیاق مختلف تھے۔ برطانوی و امریکی تنقید میں خسرو بطور مورخ مغربی ناقدین میں پیٹر ہارڈی اور سنیل شرما کی تحقیق نے خسرو کو محض شاعر اور صوفی نہیں بلکہ ایک" تاریخی ذہن" رکھنے والے درباری مؤرخ کے طور پر بھی پیش کیا۔ مغربی مورخین کے مطابق خسرو اپنے عہد کے واقعات کو مذہبی تشریحات کے تناظر میں دیکھتے ہیں اور سلطان کی خدمت میں لکھی گئی کتب میں واقعیت اور عقیدت کے مابین توازن رکھتے ہیں جو نہایت مشکل امر ہے۔ تاہم مکمل تاریخی معروضیت سے دور ہو کر، خسرو کی تحریریں برصغیر کے اسلامی تصوریات کو تصویری اور ادبی انداز میں پیش کرتی ہیں۔ مغربی علمی تناظر میں خسرو کی ثقافتی معنویت امیر خسرو کی مغربی تنقیدی تشریح میں انہیں ایک کاسموپولیٹن صوفی شاعر کے تناظر میں جانچا اور پرکھا گیا ہے جو اسلام، ہندوازم، اور ایرانی

© https://www.khwajahasannizami.life

ادبیات کو ایک فکری وحدت میں پروتا ہے۔ یورپی مستشرقین نے انہیں اسلامی دنیا اور جنوبی ایشیا کے درمیان ایک فکری رابطہ قرار دیا ہے۔ جن مغربی محققین نے ان کی شعری زبان، "ہندوی نیز فارسی آمیزش"، کو لسانی تکثیریت کی علامت کے طور پر تسلیم کیا۔ نتیجتاً امیر خسرو پر مغربی تحقیق ان کی شخصیت کے تین بڑے پہلوؤں کو نمایاں کرتی ہے: تصوف اور الٰہی عشق جس کا مطالعہ تقابلی تصوف کے تناظر میں کیا گیا۔ ثقافتی ہم آہنگی اور لسانی امتزاج جسے مغربی ماہرین نے عالمگیریت کی علامت قرار دیا۔ تاریخی و ادبی حقیقت نگاری جس کے ذریعے ان کے کام کو ابتدائی مسلم مورخانہ روایت کے تناظر میں پرکھا گیا۔ یوں مغربی دنیا نے خسرو کو نہ صرف ایک شاعر بلکہ تہذیبی، لسانی، اور روحانی ہم آہنگی کی زندہ علامت کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ ایک ایسی شخصیت جو وقت اور جغرافیہ سے ماورا ہے، اور جس کا فکری اثر آج بھی علمی مکالموں میں برقرار ہے۔ اہم مغربی تحقیقی مراجعیہ تحقیقی رجحانات ثابت کرتے ہیں کہ مغربی علمی دنیا میں امیر خسرو کو منجملہ ایک "گلوبل صوفی مفکر" کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ ایک ایسا شاعر جو اپنے رجحانات میلانات اور نوک قلم سے تصوف، محبت، اور تہذیبی مساوات کے ابدی اصولوں کو مجسم کرتا ہے۔

مغربی ممالک میں Amīr Khusrū کی تحقیقی حیثیت کے حوالے سے امیر خسرو سے متعلق تحقیقی اشاعتیں کم تعداد میں ملتی ہیں، اور وہ عموماً جنوبی ایشیا یا صوفی ادب کے ضمن میں مقالات کا حصہ ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر، مقالہ "Amir Khusrau and the Indo-Muslim Identity in the Art Music Practices of Pakistan" میں خسرو کو ایک بین الثقافتی علامت کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ یہ تحقیق، مغربی سامعین کے لیے اس موضوع کو کھولتی ہے کہ کس طرح خسرو کا ادب اور موسیقی ایک مسلمان برصغیر کے تناظر میں تشریح کی جاسکتی ہے۔

مزید براں، مقالہ "Metaphors for Inner-world in Amir Khusro" نے ان کی شاعری میں باطنی (مسافزی) معنی و علامتی استعمال کا مغربی علومِ زبان و فلسفہ کے تناظر میں جائزہ لیا ہے۔ مترشح ہے کہ مغرب میں امیر خسرو کو صرف تاریخی یا علاقائی شاعر کی حیثیت سے نہیں بلکہ بین الاسطوری و فلسفیانہ زاویے سے بھی دیکھا جارہا ہے۔ مغربی جامعات کے تعلیمی کورسس اور نصاب میں ہندوستانی ادب، صوفی ازم، اور بین الثقافتی مطالعات کے شعبوں میں خسرو کا نام بعض اوقات دستیاب نصاب کا حصہ بنتا ہے، مگر یہ نسبتاً نایاب ہے۔ مثلاً، مقالے میں ذکر ہے کہ مغربی یونیورسٹیوں میں خسرو کی فارسی شاعری، موسیقی اور بھارت-وسط ایشیائی ثقافتی روابط کے تناظر میں غور کی جاتی ہے۔

ثقافتی اور عالمگیر مقامات کے حوالے سے امیر خسرو کی فکر اور فن نے صرف جنوبی ایشیا تک محدود نہ رہ کر وسط ایشیا، ایرانی علاقہ اور ترکی میں بھی اپنے اثرات ثبت کئے ہیں مثال کے طور پر، ادارۂ فنون و ثقافت (IGNCA) نے گزارش کی ہے کہ خسرو کی میراث بھارت تو نہیں بلکہ پورے فارسیاتی (Persianate) دائرۂ ثقافتی کا حصہ ہے۔ اس پس منظر میں مغربی ممالک میں ان کی عالمی حیثیت پر تحقیق کا دروازہ وا ہوتا ہے، یعنی "امیر خسرو بطور عالمی صوفی شاعر اور موسیقار" کے طور پر تسلیم کئے گئے۔

اہل مغرب میں امیر خسرو کے انتخاب کی وجوہات: امیر خسرو پر مغرب میں تحقیق اور دلچسپی کی اصل وجہ ان کی کثیر الثقافتی شخصیت، صوفیانہ نظریۂ فن، اور ہندوستانی تہذیب کے امتزاجی تصور میں مضمر ہے۔ مغربی دنیا میں خسرو پر تحقیق کا آغاز

© https://www.khwajahasanizami.life

دراصل انیسویں صدی میں استشراق (Orientalism) کی تحریک کے دوران ہوا۔ یورپی مستشرقین نے جب فارسی، عربی اور ہندی زبانوں کا مطالعہ شروع کیا تو خسروان کے لیے ایک "لسانی و فکری ربط" کی حیثیت رکھتے تھے۔ ابتدائی طور پر مغربی محققین نے خسرو کو صرف ایک درباری شاعر یا سلطانوں کے مداح کے طور پر پیش کیا، مگر رفتہ رفتہ ان کے اندر موجود روحانی، ثقافتی اور ادبی تنوع نے مغربی دانشوروں کو ان کی عمیق گہرائیوں تک لے گیا۔ جو دنیا کے علمی و فکری مراکز خاص طور سے یورپ میں بین الثقافتی مطالعے کا اہم ماخذ بن گیا ہے۔ مغرب میں توجہ کی وجوہات ثقافتی امتزاج امیر خسرو نے فارسی اور ہندوستانی روایات کو یکجا کر کے ایسی تہذیبی حیثیت پیدا کی جو مغربی ماہرین کے لیے "cultural synthesis" کی کلاسیکی مثال بن گئی۔ ان کی تحریروں میں اسلامی اور برصغیری عناصر کا حسین امتزاج ہے، جو post-colonial اور comparative literature کی تحقیق میں بنیادی ماخذ تسلیم کیا جاتا ہے۔ صوفیانہ انسان دوستی، نظام الدین اولیاء کے مرید تھے، اور ان کے اثر سے خسرو کی شاعری میں انسان دوستی، رواداری، اور مذہبی یکجہتی کے خیالات نمایاں ہیں۔ یہ طرزِ فکر مغربی دانشوروں کے لیے خاص کشش رکھتا ہے کیونکہ یہ "universal humanism" اور "religious tolerance" کے فلسفوں سے ہم آہنگ ہے۔

اہل مغرب تحقیق میں درپیش دشواریاں: مغرب میں تحقیقی رکاوٹیں اور چیلنجز کے حوالے سے عرض ہے کہ اگرچہ امیر خسرو پر مغربی تحقیق کے امکانات موجود ہیں، لیکن کئی رکاوٹیں حائل ہیں۔ لسانی رکاوٹیں یہ کہ خسرو کی تخلیقات کا بڑا حصہ فارسی اور ہندوی میں ہے، جنہیں مکمل مطالعے کے لیے لسانی مہارت درکار ہے۔ مآخذ کی وسعت بسا اوقات دستیابی: قدیم نسخے، مائیکروفلمز اور دیگر دستاویزات اکثر بھارت، پاکستان یا وسط ایشیا میں محفوظ ہیں، مغربی محققین تک رسائی کم ہو پاتی ہے۔ عالمی تناظر کے فقدان کے حوالے سے مغربی ادبیات اور موسیقی کے میدان میں امیر خسرو کو بطور موزوں مطالعے کے موضوع کے طور پر ابھی تک کم تسلیم کیا گیا ہے، لہٰذا تحقیقی ساخت کی کمی ہے۔ مغربی علمی رجحانات کے حوالے سے مغربی اداروں میں جنوبی ایشیائی مطالعات کمزور پڑ سکتی ہیں، اور امیر خسرو جیسے ملٹیڈ سپلنری (ادب، موسیقی، صوفی ازم) موضوعات کے لیے مالیات و معاونت محدود ہیں۔

سفارشات برائے اہل مغرب و مستشرقین: امیر خسرو کا علمی، ادبی اور موسیقیاتی کردار نہ صرف برصغیر کی ادبی صوفیانہ اور موسیقی کی میراث ہے بلکہ تاریخ کا جزو لاینفک بھی ہے بلکہ عالمی ثقافتی ورثہ بھی ہے۔ مغربی ممالک میں ان کے مطالعے کے امکانات وسیع ہیں مگر ابھی وہ اپنی مطلوبہ تحقیقاتی وسعت تک رسائی نہیں ہے۔ اس کے لئے متعدد عوامل سزاوار ہیں جیسے لسانی مشکلات، مواد کی دستیابی اور ادارہ جاتی ترجیحات نے اس میں رخنہ اندازی کی ہے۔ مگر اگر مناسب حکمت عملی اور موزوں لائحہ عمل اختیار کی جائے جیسے مترجم مطبوعات، ڈیجیٹل آرکائیو، بین-الادبی کانفرنسز اور موسیقیاتی تحقیق تو امیر خسرو کی میراث کو مغربی علمی افق پر بہتر طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس سے نہ صرف برصغیر کی ثقافتی تاریخ کا ادراک فروغ پائے گا بلکہ عالمی سطح پر (کثیر الثقافتی) ملٹی کلچرل اور بین الثقافتی مطالعات کو بھی فروغ ملے گا۔ مغربی ممالک میں امیر خسرو پر مزید تحقیق کے لیے مندرجہ ذیل امکانات اور سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

بین العلومی مطالعہ: امیر خسرو کے ادب، موسیقی اور صوفی ازم کو بین الثقافتی مطالعے (transcultural studies) یا

© https://www.KhwajaHasanNizami.life

عالمی موسیقی (world music) کے تناظر میں پیش کیا جائے۔

مترجم اور متعبر مآخذوں کی تدوین: فارسی و ہندوی سمیت خسرو کے اہم اشعار اور موسیقیاتی تخلیقات کا انگریزی ترجمہ اور تشریح کی جائے، تاکہ مغربی محققین تک رسائی ممکن ہو۔

موسیقیاتی تحقیق کے شعبے: امیر خسرو کے بارے میں مغربی موسیقیاتی تحقیق کی جائے، مثلاً ان کے ایجاد کردہ انداز، آلات، اور موسیقی کا ارتقاء پر سیر حاصل تحقیق ہو۔

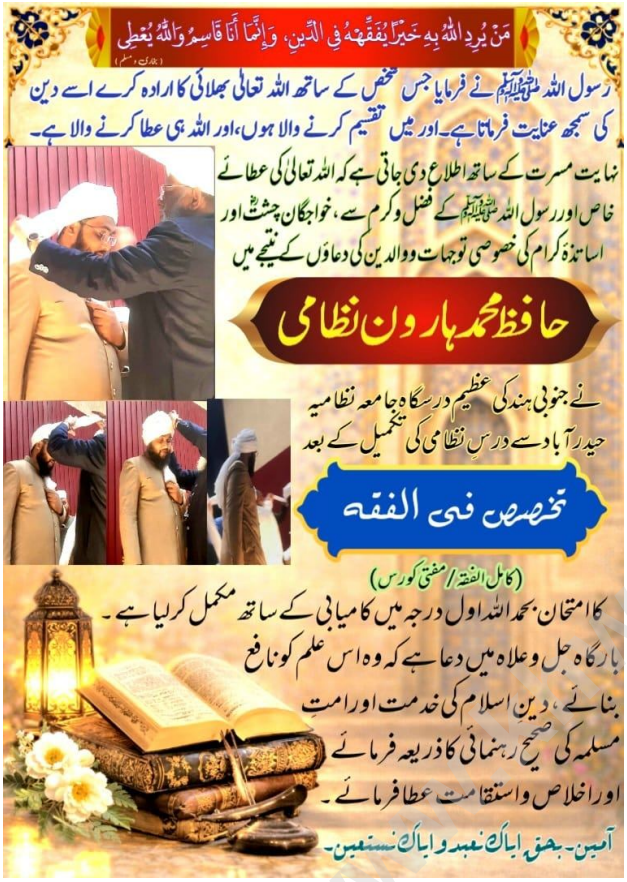
علمی ورکشاپ وکانفرنس: بین الاقوامی کانفرنسز یا ورکشاپس منعقد کیے جائیں جن کا موضوع امیر خسرو اور ان کا عالمی اثر ہو، مغربی اداروں کے ساتھ انصرام واہتمام کیا جائے

ڈیجیٹل آرکائیو کا قیام: امیر خسرو کی رسائل، نسخے، صوتی ریکارڈنگز کا ڈیجیٹل آرکائیو بنایا جائے تاکہ دنیا بھر کے محققین آسانی سے رسائی حاصل کرسکیں۔

موازناتی مطالعات: خسرو اور دیگر صوفی شاعر مثلاً Hafez، Rūmī وغیرہ کا موازنہ کیا جائے کہ ان کا اثر، طرز اور مقام مختلف ثقافتوں میں رہا۔

اختتامیہ: امیر خسروؒ کی شخصیت اور کلام مغرب میں ایک علمی و ادبی پل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مغربی مستشرقین نے ان کے اشعار، صوفیانہ فلسفہ اور موسیقی پر تحقیق کی، جس سے نہ صرف ادبی پہچان بلکہ بین الثقافتی اور عالمی تصوف کا شعور پیدا ہوا۔ اگرچہ مغربی تحقیقات نے خسرو کے کئی پہلوؤں کو اجاگر کیا، مگر تاریخی مستندیت، عوامی ثقافت اور جدید نظریاتی زاویوں میں مزید تحقیق کی گنجائش موجود ہے۔ مغربی تحقیق سے حاصل ہونے والے نتائج اردو اکیڈمیا اور عالمی مطالعات کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہیں، جو خسرو کی عالمی میراث کو اجاگر کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆



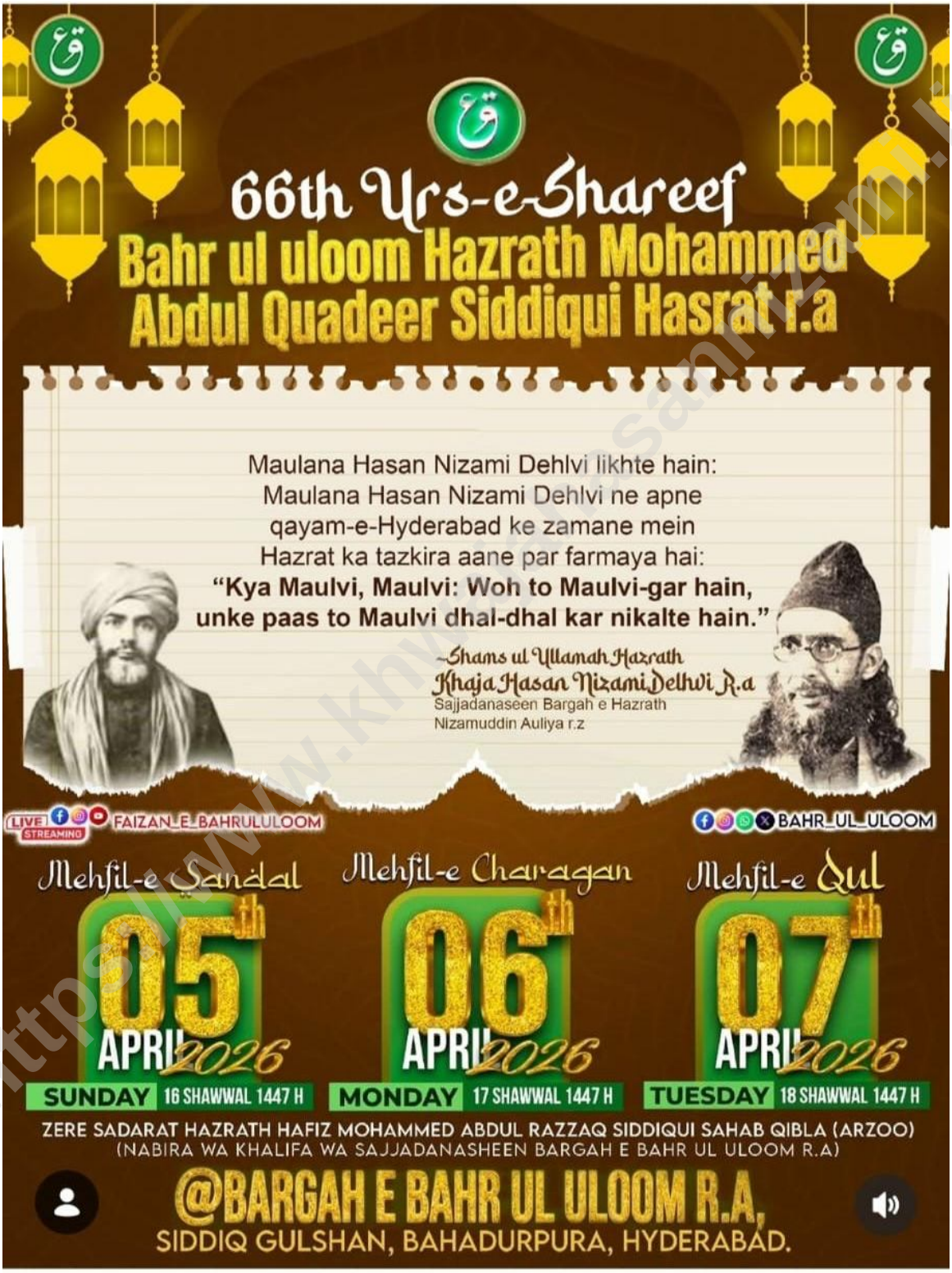
ادارہ منادی نئی دہلی کی جانب سے مبارکباد پیش ہے۔



حلقہ نظامیہ



© https://www.khwajasanizami.life



© https://www.khwajahasannizami.life

حلقہ نظامیہ











© https://www.khwajagaribnawaz.com











© https://www.khwajagaribnawaz.com

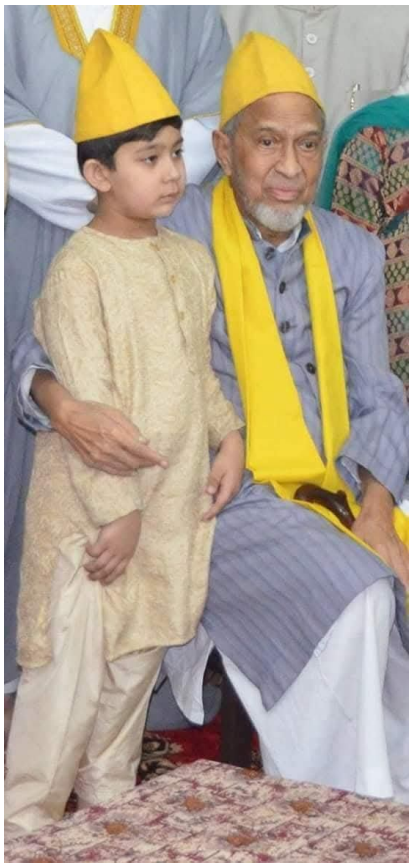














© https://www.khwajaorganization.life